سوال

(80)فی ردوحدۃ الوجود

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فی ردوحدۃ الوجود

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

وقال رحمہ اللہ تعالی فی جواب سوال وردعلیہ فی وحدۃ الوجود وغیرہا-

بسم اللہ الرحمن الرحیم-الحمدللہ اعلم ان جواب ہذا السوال لابدفیہ اولا من معرفۃ حقیقۃ التوحید فاقول قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری شرح صحیح البخاری فی کتاب التوحید قال الجنید فیما حکاہ ابوالقاسم التمیمی فی کتاب الحجۃ التوجید مصدر وحدیوحد ومعنی وحدت اللہ اعتقدتہ منفردابذاتہ وصفاتہ لانظیر لہ ولاشبیہ وقیل معنی وجدتہ علمتہ واحدا وقیل سلبت عنہ الکیفیۃ والکمیۃ فھوواحد فی ذاتہ لاانقسام لہ وفی صفاتہ لاشبیہ لہ وفی الہیتہ وملکہ وتدبیرہ لاشریک لہ ولارب سواہ ولاخالق غیرہ انتہی-اردو مصنفؒ نے سائل کے وحدت الوجود وغیرہ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ تعالی جوکہ بڑامہربان نہایت رحم کرنے والاہے، کے نام سے شروع کرتا ہوں سب حمدیں اللہ کےلئے ہیں، جانوکہ اس سوال کے جواب میں سب سے پہلی توحید کی حقیقت کو پہچان لینا ضروری ہے حافظ ابن حجرؒفتح الباری شرح صیح البخاری کے کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم تمیمی جنید کا قول کتاب الحجتہ میں نقل کرتے ہیں، التوحید، یہ باب تفصیل کا مصدر ہے اور وحدت اللہ کا معنی ہے میں نے اللہ کے ذات وصفات میں یکتا وبیمثل وبے نظیر ہونیکا اعتقاد رکھا گیا ہے اس کا معنی میں نے اسے یکتا پایا اور جانا ہے اور کہا گیا (اس کا معنی ہے) کہ میں نے اس سے کیفیت وکمیت کو دور کردیا پس وہ اپنی ذات میں ایک ہے اس کی تقسیم نہیں ہے وہ صفات میں بے مثل ہے اور اس کی ہیبت بادشاہی اورتدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں اس کے بغیر نہ کوئی پروردگار اور نہ ہی کوئی خالق ہے

وقال الحافظ ابن حجر فی باب ماجاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ تعالی المراد بتوحید اللہ تعالی بانہ الہ واحد وہذا الذی یسمیہ بعض غلاۃ الصوفیۃ توحید العامۃ وقد ادعی طائفتان فی تفسیر التوحید امرین اختر عوہما احدہما تفسیر المعتزلۃ وقد سمی المعتزلۃ انفسہم اہل العدل والتوحید وعنوا بالتوحید ما اعتقدوہ من نفی الصفات الالہیۃ لاعتقادہم ان اتباتہا یستلزم التشبیہ ومن شبہ اللہ تعالی بخلقہ اشرک وہم فی النفی موافقون للجہمیۃ-

ثانیہما غلاۃ الصوفیۃ فان اکابرہم لما تکلموا فی مسالۃ المحووالفناء وکان مرادہم بذلک المبالغۃ فی الرضا والتسلیم وتفویض الامر بالغ بعضہم حتی ضاہی المرجئۃ فی نفی نسبۃ الفعل الی العبد وجد ذلک بعضہم الی معذرۃ العصاۃ ثم غلا بعضہم فعذر الکفار ثم غلا بعضہم فزعم ان المراد بالتوحید اعتقاد وحدۃ الوجود وعظم الخطب حتی ساء ظن کثیر من اہل العلم بمتقدمیہم وحاشاہم من ذلک وقد قدمت

کلام شیخ الطائفۃ الجنید وہوفی غایۃ الحسن والایجاز وقد ردعلیہ بعض من قال بالوحدۃ المطلقۃ فقال وہل من غیر ولہم فی ذلک کلام طویل ینبوا عنہ سمع کل من کان علی فطرۃ الاسلام واللہ المستعان التہی۔

نمبر ۱ :۔ اور حافظ ابن حجر رسولؐ اللہ کی امت کو توحید کی دعوت دینے کے باب میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالی کی توحید سے مراد یہ ہے کہ وہ یکتا معبود ہے اسی کو بعض متشدد صوفی عام توحید کا نام دیتے ہیں توحید کی تفسیر میں دو گروہوں نے دو نئے امروں کو ایجاد کیا ہے ان سے پہلی تفسیر معتزلہ کی ہے اور معتزلہ نے اپنا نام اہل العدل والتوحید وانصاف وتوحید والے ۔ رکھا ہے اور وہ توحید سے مراد لیتے ہیں کہ خدا تعالی کی صفات نہیں ہیں، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کے ثابت کرنے سے تشبیہ لازم آتی ہے اور جس نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اس نے شرک کیا یہ صفات کی نفی کرنے میں جھمیہ فرقہ کے موافق ہیں، دوسرا گروہ متشدد صوفیوں کا ہے، کیونکہ جب ان کے اکابر نے اپنے نفس کو ختم اور مٹا دینے میں کلام کیا ان کی مراد اس سے خدا تعالی کی رضا اپنے نفس کو اس کی طرف سونپ دینے اور تمام امور کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرنے میں مبالغہ تھی، بعض نے اتنا مبالغہ کیا کہ وہ کام کو انسان کی طرف منسوب کرتے ہیں، مرجئہ کے مشابہ ہوگئے اور جن کو مبالغہ نے گنہگاروں کو معذور خیال کرنے تک پہنچا دیا، پھر بعض نے تو اتنا غلو کیا، کہ کافروں کو بھی معذور قرار دے دیا اور بعض نے اس قدر زیادتی سے کام لیا کہ انہوں نے خیال کیا، کہ توحید سے مراد وحدت الوجود کا اعتقاد ہے اس مسئلہ میں کلام بہت ہوئی حتی کہ بہت سے اہل علم کا اپنے متقدمین کے متعلق براظن ہوگیا حالانکہ وہ تو اس سے بالکل پاک ہیں میں نے صوفیوں کے گروہ کے شیخ جنید کا قول ذکر کر دیا ہے وہ نہایت ہی اچھا اور مختصر ہے جو لوگ وحدت الوجود کے قائل ہیں اس میں سے بعض نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کیا اس توحید کی اور تعریف نہیں ہے (یعنی ہے اور ان کا کلام اس مسئلہ میں بہت طویل ہے ہر مسلمان کے کان اس کے سننے سے پھٹ جائیں گے، خدا ہی مددگار ہے :۔

وقال اللہ تعالی الحمد للہ رت العالمین قد قال اللہ تعالی ان کل من فی السموت والارض الااتی الرحمن عبدا فالعالم ناطقہ وجمادہ وعلوہ وسفلہ ورفیعہ ووضیعہ کلہ حادت ومخلوق للہ وکلام السائل کلہ جہل قبیح وکفر صریح فان فیہ قسمین من الکفر فالاول کفر مطلق وہی الکلمات الکفریۃ الصریحۃ والثانی الکفر المقید وہی القول بوحدۃ الوجود ومعناہا عند جہال الصونیۃ المتزندقۃ ان اللہ عین کل موجود تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا اذکیف یکون الحادث عین القدیم قال العلامۃ الشیبانی من ائمۃ الحنابلۃ المتقدمین فی منظومۃ فی وصف اللہ تعالی ہوالاول المبدی بغیر ہدایۃ واخرما یبقی مقیما مویدا سمیع بصیر عالم متکلم قدیر یعید العالمین کما بدا اذالکون مخلوق وربی خالق۔ لقد کان قبل الکون ربا وسیدا۔ وقال العلامۃ بن رسلان من ائمۃ الشافعیۃ فی منظومتہ فی العقائد۔ فاقطع یقینا بالفواد واحزم۔ بحدث العالم بعد العدم احدثہ لالاحتیاجہ الالہ۔ ولوارادترکہ لما ابتداہ۔ فہو لما یریدہ فعال۔ ولیس فی الخلق لہ مثال۔ قدرتہ لکل مقدور جعل۔ وعلمہ لکل معلوم شمل منفرد بالخلق والتدبیر۔ حل عن الشبیہ والنظیر۔ حی موید قادر علام لہ البقار السمع والکالم۔ کلامہ کوصفہ القدیم۔ لم یحدث المسموع للکلیم۔

ارشاد آلہی ہے، سب تعریفیں جہانوں کے پروردگار ہی کے لئے ہیں نیز فرمان خدا ہے زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے اسی رحمن کا مطیع وغلام ہو کر آئیگا، پس جہاں کی ہر ایک چیز بولنے والی، جامد، بلند، پست، معزز اور ذلیل حادث (نو پیدا) ہے اور اللہ کی پیدا کردہ ہے سائل کا کلام سارے کا سارا یعنی وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنا، قبیح جہالت اور کفر بواح پر مشتمل ہے کیونکہ اس عقیدہ میں کفر کی دو قسمیں ہیں، پہلی کفر مطلق، صریح کلمات کفر والے کفریہ کا نام ہے، دسری :۔ کفر مقید وحدت کا عقیدہ رکھنا، وحدت الوجود کا معنی، ملحد وجاہل صوفیوں کے نزدیک ہے کہ اللہ تعالی ہر موجود چیز کی ذات ہے، خدا تعالی ان ظالموں کے قول سے بہت بلند ہے (سوچو تو سہی) کہ حادث قدیم چیز کا عین وذات کیسے ہوسکتا ہے، متقدمین حنبلیوں سے علامہ شیبانی نے اپنی نظم میں اللہ تعالی کی صفت بیان کی ہے، پہلا ایجاد کرنے والا (عالم کا) ہے بغیر کسی کی راہنمائی کے اور وہی مہربانی سے آخر ہمیشہ کے لئے مقیم ہے (۲) وہ سننے والا۔ دیکھنے والا۔ عالما ور کلام کرنے والا ہے، قادر ہے جیسے جہاں کو ایجاد کیا ایسے ہی دوبارہ لوٹائے گا (بعث بعد الموت پر قادر ہے) (۳) کیونکہ ہر موجود چیز مخلوق ہے، اور میرا پروردگار خالق ہے وہ تو موجود کے وجود سے بھی قبل پروردگار وآقا تھا، ۔ اور شافعیہ کے امام علامہ ابن رسلان اپنی عقائد والی نظلم میں فرماتے ہیں، (۱) جہاں کے نہ ہونے کے بعد پیدا ہونے کے متعلق اپنے دل میں قطعی یقین اور پختگی کرے (۲) خدا تعالی نے اسے اپنی ضرورت کے لئے نہیں پیدا کیا اور اگر خدا تعالی اس حادث کے ترک کا ارادہ کرلیتے تو اس کی ابتدا تک نہ ہوتی، (۳) وہ جو چاہے کرنے والا ہے مخلوق میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی (۴) اس کی قدرت نے ہر چیز کو بنایا اور اس کا علم معلوم پر حاوی ومحیط ہے (۵) وہ پیدا کرنے والا اور تدبیر میں یکتا ہے، اور مثیل ونظیر سے بلند وبرتر ہے (۶) وہ زندہ مدد کرنے والا قدرت رکھنے والا ہے اسی ہی کے لئے ہے باقی دینا اور سننا اور کلام کرنا۔ (۷) اس کا کلام اس کی صفت کی طرح قدیم ہے سنی گئی بات متکلم کو حادث نہیں بنا دیا کرتی :۔ (نور العین فتاوی شیخ حسین) قال العلامنا عبد الروف المنادی فی شرحہ علیہا والعالم بفتح اللامہ واصلہ ما یعلم بہ کالخاتم والغالب غلب علیہ فیما یعلم بہ الصانع وہوما سوی ذاتہ سبحانہ وتعالی وصفاتہ من الجواہر والاغراض سمی بہ لانہ علم علی وجود الصانع بعد العدم ای بعد ان لم یکن لانہ

اما اعیان او اعراض لانہ ان قام بذاتہ فعین والا نعرض و کل منہما حادث اما الاعراض فبعضہا یالمشاہدۃ کالحرکۃ بعد السکون والضوء بعد الظلمۃ وبعضہا بالدلیل وہو طرد العدم کما فی اضداد ذلک لان القدم بنافی العدم واما الاعیان فلانہا لا تخلو عن الحوادث وان ما لا یخلو عن الحوادث حادث فثبت ان العالم حادث و کل حادث من الممکنات لابدلہ من محدث اوجدہ من العدم اذ امتناع ترجح احد طرفی الممکن بلا مرجح ضروری وذلک المحدث ہواللہ سبحانہ ای الذات الواجب الوجود اذلو کان غیرہ

علامہ عبدالرروف منادی اسپر شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں العالم لام کے فتح کے ساتھ اسکا اصل معنی یہ ہے، کہ وہ چیز جس سے کوئی دوسری معلوم ہو (یعنی معلوم کرانے کا آلہ ہو) جیسے خاتم ختم کا آلہ ہے اور عام طور پر اس کا غلبہ ہوگیا اس چیز پر جس سے کاریگر (اللہ تعالی) کا پتہ چلے اور عالم خدا کے علاوہ ہر ایک چیز ہے اور اسکی صفات بھی خواہ وہ قائم بالذات ہوں یا قائم بالغیر ہوں اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کیونکہ یہ خدا کے وجود پر نشانی ہیں وہ خدا جس نے ان کو عدم سے وجود میں کیا کیوں کے یا تو یہ جوہر ہوں گی یا عرض اگر قائم بالذات ہیں تو عین ورنہ عرض اور جوہر وعرض دونوں حادث ہیں بعض عرضی اشیاء تو مشاھدہ سے حادث ہیں جیسے کہ حرکت، سکون کے بعد، روشنی اندھیرے کے بعد، اور بعض دلیل ان پر عدم کا طاری ہونا ہے جیسے کہ گزشتہ مثالوں کے عکس میں ہے (حرکت کے بعد چیز کا ساکن ہوجانا، پہلے حرکت موجود تھی اب معدوم ہوگئی الخ) کیونکہ قدیم ہونا عدم کے مخالف ہے تو ثابت ہوگیا کہ عالم حادث ہے اور ممکنات میں سے ہر ایک حادث کےلئے پیدا کرنیوالا ہونا ضروری ہے جو اسے عدم سے وجود میں لایا کیونکہ ممکن کی دونوں طرفوں (عدم ووجود) میں سے ایک کو ترجیح بلا مرجح لازما ممتنع ہے اور وہ پیدا کرنے والا واجب الوجود اللہ تعالی ہے

یلزم کونہ من جملۃ العالم وما ہو من جملتہ لا یصلح محدثا مما عرفت من انہ بجمیع اجزائہ ممکن و محدث فلو کان بعض اجزائہ محدثا لکلہ للزم کونہ محدثا لنفسہ ایضا فاستنبا انہ لابد للممکنات من واجب وللمحدثات من قدیم قطعا الدوروا لتسلسل فقد شاع فی الکتاب الالہی الامر شادالی الاسدلال بالافاق وبالانفس ذواتہا وصفاتہا حدوثہا وامکانہا سنریہم ایاتنا فی الافاق وفی انفسہم والاستکثار من ذلک ربما یفضی الی الیقین ولقد احس بعضہم حیث قال الحق موجود باتقتناء ذاتہ ووجودہ وہو واجب الوجود والعالم دلیل علیہ وہو مدلولہ والدلیل علی نوعین العالم الاکبر وہوہیأۃ صورۃ السموات العلی والمکحرت الاعلی الی ماتحت الثری والعالم الاصغر وہوانواع العالم الکلیۃ وہوالصورۃ الانسانیۃ وہی اول علیہ من جمیع الدلائل القاطعۃ والایات الناطقۃ الی ان قال فذاتنا دلیل علی ذاتہ وصفاتنا دلیل علی صفاتہ انتہی۔

کیونکہ اگر اس کے بغیر کوئی اور ہو تو لازمی طور پر وہ بھی منجملہ عالم ہوگا اور آپ معلوم کرچکے ہیں کہ جو چیز وعالم ہے وہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ چیز اپنے تمام اجزاء کے اعتبار سے محدث و ممکن ہے پس اگر اسکے بعض اجزاء محدث ہیں اسکے کل کےلئے (عالم کےلئے، تو لازما وہ اپنے نفس کا بھی پیدا کرنیوالا ہوگا اور اس صورت میں دور اور تسلسل لازم آتا ہے کیونکہ قطعی طور پر ممکنات کےلئے واجب اور محدثات کےلئے قدیم ہونا ضروری ہے ۔ اور کتاب اللہ میں آفاق نفوس اور ان کی صفات حدوث اور امکان سے خدا تعالی پر استدلال کیطرف بہت راہنمائی کی ہے (ارشاد باری ہے) عنقریب ہم ان لوگوں کے نفسوں اور آفاق میں دکھائیں گے اور استدلال زیادہ کرنا انسان کو یقین تک پہنچادیتا ہے اور تحقیق بعض لوگ نے اس چیز کو پا بھی لیا ہے بعض نے کہا ہے اللہ تعالی اپنے وجود اور ذات کے تقاضا سے موجود ہے اور وہ واجب الوجود ہے اور یہ عالم اس پر دلیل دیتے ہیں اور خدا تعالی مدلول ہے اور دال کی دو اقسام ہیں نمبر ا عالم کبیر۔ بلند آسمانوں کی شکل اور ملکوتی جانب سے لیکر نیچے کی انتہاء تک کو کہتے ہیں ۔

نمبر ۲ عالم صغیر ۔ یہ تمام جہانوں سے عمدہ ہے اور یہ صورت انسانی کا نام ہے اور یہ تمام قطعی دلائل اور آیات ناطقہ سے خدا تعالی کی ذات پر زیادہ دلالت کرتا ہے اسی لئے تو بعض نے یہاں تک کہہ دیا ہے ۔ کہ ہمارا وجود خدا کے وجود کی دلیل ہے اور ہماری صفات اس کی صفات پر دال ہے ۔

فاذا کان العالم کلہ محدثا فکیف یکون عین الحق سبحانہ وتعالی کما زعمہ غلاۃ الصوفیۃ ومعنی وحدۃ الوجود ان العالم لیس موجودا ثانیا مستقلا بنفسہ بل باحداث اللہ تعالی لہ وایجادہ فکیف یکون عین الحق قال الشیخ العلامۃ ابراہیم بن حسن الکورانی الکردی المدنی فی کتابہ قصد لسبیل فی بحث الواجب وایس معنی وحدۃ الوجود ان العالم عین الحق حتی یتوہم من مقالات المحققین انہم خرجوا عن دائرۃ الشرع وانما الرادان العالم لیس موجودا ثانیا مستقلا کما تقرر انتہی۔ والحاصل ان الکلام المذکور فی السوال کلام قبیح وکفر صریح فان لم یکن ہذا کفر فلیس فی الدنیا کفر فان القول بان ماسوی اللہ سبحانہ ہو عین اللہ ہو قول یردہ کل ذی عقل سلیم و دین مستقیم واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم وہو حسبنا ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم واخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔

جب تمام عالم محدث ہوا تو یہ خدا تعالی کا عین کیسے ہوسکتا ہے جیسے کہ بعض سرکش صوفیوں کا خیال ہے اور معنی وحدت الوجود کا یہ ہے کہ عالم مستقل بنفسہ ایک دوسرا موجود نہیں بلکہ

خدا تعالی کے پیدا اور اختراع کے ساتھ ہے تو پھر عالم خدا کا عین کیسے ٹھہرا علامہ ابرہیم بن حسن کورانی و کردی اور مدنی اپنی کتاب قصد السبیل کی بحث الواجب میں فرماتے ہیں کہ معنی وحدت الوجود کا خدا تعالی کا عین نہیں ہے یہ معنی تسلیم کریں تو بہت سے محققین کی کلاموں سے ان کے شریعت کے دائرہ سے خارج ہونیکا وہم پڑتا ہے تحقیق مراد اس سے یہ ہے کہ عالم کوئی دوسرا مستقل موجود نہیں ہے (جیسے اللہ مستقل موجود ہے) جیسے پہلے ثابت ہوچکا ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ سوال میں مذکور عقیدہ رکھنا، بہت ہی قبیح اور کفر صریح ہے اگر یہ کفر نہیں تو دنیا میں کفر کی کوئی اور صورت نہیں ہے کیونکہ خدا کے ماسوا کو خدا کا عین کہنا اس کی ہر ایک عقل سلیم والا تردید کرے گا اور دین مستقیم، اور اللہ تعالی ہم سے زیادہ عالم ہے اس کا علم کامل و محکم ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز بہترین مددگار اور بہترین ضامن ہے اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت اسی خدائے بلند و برتر کی مدد سے ہوگی، ہماری آخری پکار ہے کہ تمام حمدین جہانوں کے پروردگار کے لئے ہیں خدا تعالی مخلوق سے بہترین محمد رسول اللہ ﷺ ان کی ال اور ساتھیوں پر بہت بہت رحمت وسلامتی کرے منصف کی دعا ہے کہ اللہ ان کو اور تمام مسلمانوں کو خدا اور رسول کے علوم سے فائدہ عطا کرے

جہان کو بتانا کہ اللہ تعالی ظالم نہیں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولاعدوان الا علی الظلمین اشہدان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک الحق المبین واشہدان سیدنا محمد عبدہ ورسولہ الصادق الامین وعلی الہ وصحابہ اجمعین وعلی التابعین لہم باحسان الی یوم الدین، وبعد فانہ وقع من بعض المعاصرین عفا اللہ عنہم موافقۃ المعتزلۃ الضالین القول بان اللہ سبحانہ وتعالی لو عذب عبادہ المطیعین فربنا وانعم علی العابین والکافرین ایضا فرضا لکان ذلک منہ ظلما تعالی اللہ عزوجل عن ذلک وعما یقول الظالمون علوا کبیرا فانہ سبحانہ وتعالی مالک الامر وکل العالمین ملک یدہ وتحت قہرہ یفعل فیہم مایشاء لایسال عما یفعل وہم یسالون ویفعل مایشاء یعذب من یشاء ویرحم من یشاء والیہ تقلبون ویرحم من یشاء ویعذب من یشاء وہو علی کل شی قدیر-

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں، سب تعریفیں پروردگار جہان کے لئے ہیں اور آخرت پرہیزگاروں کے لئے ہے اور زیادتی صرف ظالموں پر ہی ہوگی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے حقیقی وروشن بادشاہی اسی کے لئے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے سچے اور امین رسول ہیں خدا ان پر ان کی آل پر تمام صحابہؓ پر اور ان لوگوں پر جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں (نیکی کے ساتھ) تا قیامت رحمتیں نازل فرمائے، حمد وصلوۃ کے بعد عرض ہو کہ بعض معاصرین نے اپنے اقوال میں معتزلہ (گمراہ فرقہ) کی موافقت کی ہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالی اپنے تابعدار بندوں کو عذادے یہ گنہگاروں پر انعام کرے اور بالفرض کافروں پر بھی تو یہ اللہ تعالی کی طرف سے ظلم ہوگا، اللہ تعالی ان کے قول اور ظالموں کے اقوال اسے بہت بلند و برتر ہے کیونکہ اللہ سبحانہ، صاحب الحکم ہے سارے جہان اس کے قبضہ قدرت اور غلبہ کے تحت ہیں جو چاہے کرے اس سے کئے ہونے کا سوال نہیں ہوگا ان بندوں سے ہوگا جو چاہے کرے جس کو چاہے عذاب دے جس پر چاہے رحم کرے اور لوگ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جس پر چاہے رحم کرے اور جس کو چاہے عذاب اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

فالبحث فی ہذہ المسالۃ ونسبیہ الظلم فیہا الی رب العالمین مما لایلیق بالمومن الصادق فی ایمانہ لانہ بذلک یوقع فی قلوب الغوام الجہال مالایلیق نسبۃ الی رب العالمین ولاشک ان القائل بذلک ماقدر اللہ حق قدرہ وماتکا دالسموت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہذا عانا اللہ من ذلک وجمیع اخواننا المومنین ورزقنا التسلیم نقا قالہ اللہ عزوجل فی کتابہ الکریم وبما قالتہ رسلہ المکرمین والقیام لہ بما یجب علینا من التسلیم نانہ بیدہ ملکوت کل شی وکل العالمین ملک یدہ وتحت قہرہ وہو علی کل شی قدیر- وقد اتفق علماء الاصول والعقاد واہل السنۃ المحققون علی استحالۃ وسفہ سبحانہ وتعالی بالظلم کما اخبر بہ عن نفسہ بقولہ تعالی ولایظلم ربک احدا ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ ان اللہ لایظلم الناس شیا قال الامام السبکی فی کتابہ المسمی جمع الجوامع فی الاصول مع شرحہ العلامۃ الخطیب الشربینی الشافعی رحمہم اللہ تعالی اجمعین-

اس مسئلہ میں بحث کرنا، اور ظلم کی نسبت خدا تعالی کی طرف کرنا ایک سچے مومن کیلئے تو لائق نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے عام جاہلوں کے دلوں میں وہ اوہام پڑتے ہیں جن کی نسبت پروردگار علم کی طرکرنا حرام ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس کے معتقد نے خدا تعالی کی حقیقی قدر نہیں کی اور یہ اعتقاد تو اس قسم کا ہے کہ اس سے آسمانوں کے ٹوٹنے زمین کے پھٹنے اور پہاڑوں کے گر کر ریزہ ریزہ ہوجانیکا اندیشہ ہے خدا تعالی ہمیں اور ہمارے مومن بھائیوں کو اس سے بچائے اور خدا تعالی اپنے قرآن کریم اور معزز رسولوں کے فرامین پر عمل پیرا ہونیکی توفیق عطا فرمائے کیونکہ ہم پر مان لینا لازم ہے کیونکہ ہر چیز پر تسلط وغلبہ خدا تعالی ہی کا ہے اور تمام جہان اس کے قبضہ قدرت اور غلبہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام علمائے اصول وعقائد اور محققین اہل سنت کا اسپر اتفاق ہے کہ خدا تعالی کا ظلم کی صفت سے متعرف ہونا ممتنع ہے - جیسے خدا تعالی نے خود اپنے متعلق ارشاد فرمانا ہے تیرا

رب کسی پر ظلم نہیں کرتا یشک اللہ تعالی ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا تحقیق اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا امام سبکی اپنی جمع الجوامع فی الاصول میں فرماتے ہیں (جسکی شرح علامہ خطیب شربینی شافعی نے کی ہے

خدا ان پر رحم کرے۔

واعلم انہ یکون ای یوجدما اراداللہ وجودہ فارادتہ تعالی تابعۃ لعلمہ ہذامذہب اہل الحق وعندالمعتزلۃ الارادۃتابعۃ للامر فقالوان اللہ یریدما امربہ من خیر آوطاعۃ سواء وقع ذلک املاولایریدما نہی عنہ من شر اومعصیۃ سواء وقع ذالک ام لاو تظہر فائدۃ الخلاف فی ایمان ابی جہل فعندا ہل السنۃ ایمانہ ماموریہ ولیس مرادالہ تعالی لقولہ تعالی ولوشئنا لاتینا کل نفس ہداہاو کفرہ سنہی عنہ ومرادلہ تعالی لقولہ تعالی یریداللہ ان لایجعل لہم حظافی الاخرۃ وعندالمعتزلۃ بالعکس انتہی۔وفیہ ایضامع شرحہ المذکوروینبغی اللہ الطایع فضلامنہ کماقالہ اہل السنۃ لاوجوبا کماقالہ المعتزلۃ بل لہ سبحانہ وتعالی اثابۃ العاصی وتعذیب المطیع لانہم سلکہ یصرف فیہم کیف یشاء لکنہ لایفعل ذلک لاخبارہ عزوجل باثابۃ المطیع وتعذیبا لعاصی انتہی۔

اوریقین کرو کہ جس چیز کے وجود کو خدا چاہے وہ ہوجاتی ہے پس خدا کا ارادہ اسکے علم کے تابع ہے یہ تو مذہب ہے اہل حق کا اور معتزلہ کے ہاں اللہ تعالی کا ارادہ اس کے حکم کا تابع وخادم ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی جس بھلائی اور اطاعت کا حکم دیتا ہے اسکا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ بھلائی وغیرہ واقع ہویا نہ ہواور اللہ تعالی نے جس برائی اور معصیت سے روکا ہے اسکا وہ ارادہ ہی نہیں کرتا خواہ برائی واقعہ ہویا نہ ہواور اختلاف کا ثمرہ ابوجہل کے ایمان کی بحث میں حاصل ہوتا ہے اہل سنت کے ہاں اسے ایمان کا حکم دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالی کا یہ مقصد ومطلوب نہیں ہے کیونکہ ارشاد الہی ہے اوراگر ہم ہر نفس کی ہدایت کو چاہیں تو ضرور اسے ہدایت کردیتے اور اللہ تعالی نے ابوجہل کو کفر سے روکا ہے اور یہ اللہ کی مراد ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے اللہ ارادہ کرتا ہے کہ ان کافروں کےلئے آخرت میں کوئی حصہ بھلائی کا نہ کرے اور معتزلہ کا مسلک اس کے بالکل برعکس ہے، اوراس سبکی کی مذکورہ کتاب اوراس کی شرح میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی مطیع کو ثواب دیگااپنے فضل وکرم کے لحاظ سے اس پر ثواب دینا لازم نہیں جیسے معتزلہ کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالی اگرنافرمان کو ثواب اورتابعدار کوعذاب دے تودے سکتا ہے کیونکہ یہ تمام اسی کے ملک میں ہیں جیسے چاہے ان میں تصرف کرے لیکن اللہ تعالی ایسے کریں گے نہیں کیونکہ انہوں نے خود مطیع کوثواب اورعاصی کو عذاب دینے کی اطلاع فرمائی ہے،

وفیہ ایضامع شرحہ المذکوروینبغی علیہ سبحانہ وتعالی صفۃ الظلم لانہ مالک الامر علی الاطلاق یفعل مایشاء وفذقال تعالی ولایظلم ربک احداوقال تعالی ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وقال تعالی ان اللہ لایظلم الناس شیاومار بک بظلام للعبید انتہی۔

وقال شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی فی منہاج السنۃ فی الجلد الاول فی صفحۃ مائۃ وتسعۃ وعشرین بعد کلام طویل ولکن لوقدران اللہ ان عذب من یشاء لم یکن لاحد منعہ کما قال تعالی فمن یملک من اللہ شیا ان ارادان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا وفی الحدیث الذی رواہ ابوداودوغیرہ ان اللہ لوعذب اہل سموانہ واہل ارضہ لعذبہم وہوغیر ظالم لہم ولورحمہم لکانت رحمۃ خیر لہم من اعمالہم قال والتحقیق انہ اذاقدرانہ یفعل ذلک فلایفعلہ الابحق وہوغیر ظالم انتہی المقصودوقال تلمیذالمحقق ابن القیم فی کتابہ المسمی بالتبیان فی اقسام القران فی صفحۃ تسعۃ وعشرین۔

اوراس مذکورہ کتاب اوراس کی شرح میں ہے کہ اللہ ظلم سے منصف ہونا ممتنع ہے کیونکہ وہ ہر ایک امر کا مالک ہے مطلقا جو چاہے کرے فرمایا اللہ تعالی نے تیرا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا نیز فرمایا خداوند کریم نے یشک اللہ تعالی رائی برابر بھی ظلم نہیں کرے گا اور تحقیق اللہ تعالی نے فرمایا یشک اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اوراے (محمد ﷺ) تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج اسنتہ ص ۱۲۹ ج ا میں کلام طویل کے بعد فرماتے ہیں اور لیکن اگر بالفرض اگر اللہ تعالی عذاب دے جن کو چاہے تو کسی کو روکنے کی طاقت نہیں جیسے خود اللہ تعالی فرماتے ہیں کون اللہ کے عذاب سے بچانے کا مالک ہے اگر وہ عیسی بن مریم ان کی والدہ اورتمام اہل زمین کو ہلاک کردے اوراس حدیث میں ہے (جسے امام ابوداوداور اسکے غیر نے روایت کیا ہے) یشک اللہ تعالی اگر آسمانوں اور دنیا والوں کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا اوراگر ان تمام پر رحم کر تو اسکی رحمت ان کے اعمال سے ان کےلئے زیادہ فائدہ مند ہوگی امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ اللہ تعالی یہ کام کرے پھر وہ حق کی وجہ سے کرے گا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ختم شد اس کا مقصد امام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید محقق ابن قیم اپنی کتاب البیان فی اقسام القران ص ۲۹ میں فرماتے ہیں،

وقدقال اعلم الخلق باللہ عزوجل صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم لن یدخل احد منکم بعلمہ الجنۃ قالو اولا انت یارسول اللہ قال ولاانا الاان یتغمدنی فی اللہ برحمۃ منہ وفضل فاخبر ان دخول الجنۃ برحمۃ اللہ وفضلہ وذلک محض منتہ علیہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم وعلی سائر عبادہ وکمانہ سبحانہ وتعالی المان بارسال رسلہ وبالتوفیق لطاعتہ وبالاعانۃ علیہا فھوالمان باعطاء الجزاء وذلک کلہ محض منتہ وجودہ لاحق لاحد علیہ بحث اذاوفاہ ایاہ لم یکن لہ علیہ منۃ فان کان فی الدنیا بارعدل فمذامنہ فان قیل کیف تقولون ہذا وقداخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم بان حق العباد علی اللہ اذاوحدوہ ان لایعذبہم وقداخبر سبحانہ وتعالی وکان حقا علینا نصر المومنین وہذامن اعظم سنتہ علی عبادہ ان جعل علی نفسہ حقا بحکم وعدہ الصادق ان لایعذبہم اذاعبدوہ ودقدوۃ فہذا من تمام منتہ فانہ لوعذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہوغیر ظالم

تحقیق فرمایا ہے تمام دنیا سے اللہ کوزیادہ جاننے والے (محمد ﷺ) نے، اے صحابہؓ تم سے ایک بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا انہوں نے سوال کیا یارسول اللہ آپؐ بھی نہیں داخل ہوں گے فرمایا نہ میں ہاں اگر اللہ تعالی کی رحمت اور اسکا فضل شامل حال ہوگیا (تو داخل ہوجاونگا) پس رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دخول جنت اللہ کے فضل ورحمت سے ہوگا اور اللہ کا فضل وکرم رسول اللہ اور تمام دنیا پا احسان ہے اور جیسے اللہ تعالی اپنے رسول بھیج کر دنیا کو اپنی اطاعت کی توفیق دیکر اوران کی اس معاملہ میں مدد کرکے محسن ہے اسی طرح جزاء دینے میں بھی وہ محسن ہے اور یہ محض

اللہ تعالی کی سخاوت اور احسان ہے اس پر کسی کا حق نہیں ہے کیونکہ جب انسان نے اللہ سے وفا کی تو اللہ پر اس کا احسان نہیں بلکہ وہ انسان دنیا میں نیک اور منصف اللہ کی توفیق سے تھا (بل اللہ یمن علیکم ان ہذاکم للایمان) اگر خدا کو یکتا تسلیم کریں تو ان کا اللہ پر یہ حق ہے کہ ان کو عذاب نہ کرے اور خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے ہم پر مومنوں کی مدد کرنا واجب ہے تو اسکا جواب یہ ہے اور یہ تو اللہ تعالی کا بندوں سے سب سے بڑا احسان ہوا کہ اس نے اپنے سچے وعدے سے، کہ اگر وہ اسکی توحید بیان کریں اور اسی کی عبادت کریں اپنے پر یہ حق ٹھہرالیا کہ ان کو عذاب نہ دے گا پس یہ تو اس کا کامل احسان ہا کیونکہ اگر وہ اپنے زمین وآسمان

لہم ولکن اقتضت منتہ ان احق علی نفسہ ثواب عابدیہ واجابۃ سائلیہ

ماللعباد علیہ حق واجب کلادلایسعی الیہ ضایع

ان عذبوافبعدلہ اونعموا فبفضلہ فھوالکریم الواسع

کلام ابن القیم فی کتابہ المسمی بالاقسام من اللہ فی القران باقطہ وقال العلامۃ الامام النودی فی شرح مسلم بعدایرادحدیث لن یدخل احداعملہ الجنۃ الحدیث مالفظہ مذہب اہل السنۃ انہ لایجب علی اللہ شی بل العالم ملکہ والدنیا والاخرۃ تحت سلطانہ یفعل فیہما مایشاء ویحکم مایرید فلوعذاب المطیعین والصالحین اجمعین وادخلہم النارکان ذلک عدلا منہ واذااکرمہم ونعمہم وادخلہم الجنۃ فہو من فضلہ فاذاانعم علی العالمین وادخلہم الجنۃ ففضل منہ سبحانہ وتعالی انتہی۔

<u>وقال الحافظ بن حجر فی فتح الباری فی کتاب الرقاق فی باب القصد بالمداومۃ علی العمل قال ابن</u>

والو کو عذاب کرے تو وہ ظالم نہ ہوگا لیکن اس کے احسان نے تقاضا کیا کہ اس نے اپنے پر اپنے عابدین کا ثواب اور سائلین کے سوال کو قبول کرنا ضروری ٹھہرالیا، (۱) بندوں کا اللہ پر حق واجب نہیں ہے، خبردار اور نہیں کوشش کرتا اللہ کی اطاعت میں اپنے عمل کو ضائع کرنے والا (۲) اگر ان کو عذاب دیا جائے تو اسکا انصاف ہوگا یا یہ نعمت دیئے جائیں تو اس کے فضل وکرم کیوجہ سے پس وہی واسع سخی ہے، ابن قیم کا کلام ان کی کتاب البیان فی اقسام القران والا انہی کے الفاظ میں ختم ہوگیا، امام نووی شرح مسلم میں کسی کو اسکا عمل ہرگز داخل نہیں کرے گا (حدیث) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی حق نہیں ہے بلکہ سارا جہان اس کے قبضہ قدرت میں اور دنیا وآخرت اس کے تسلط وغلبہ میں ہے پس اگر وہ مطیع اور صالح لوگوں کو عذاب دے کر آگ میں داخل کردے تو یہ اسکا انصاف ہوگا اور جب ان کی عزت کرے اور نعمت ان کو دے کر جنت میں داخل کردے پس یہ اسکا فضل اور جب گنہگاروں پر انعام کرکے جنت میں داخل کردے پس یہ اسی سبحانہ تعالی کا فضل ہوگا ان کی کلام ختم ہوئی، اور حافظ ابن حجر فتح الباری کے کتاب الرقاق کے باب القصد بالمداومۃ علی العمل میں فرماتے ہیں ابن جوزی نے فرمایا ہے اللہ تعالی کے اس قول اور یہ جنت وہ ہے

الجوذی یتحصل من مجموع قولہ تعالی وتلک الجنۃ التی اورثتموہا بما کنتم تعملون۔

الاول ان التوفیق للعمل من رحمۃ اللہ ولولا رحمۃ اللہ السابقہ للعبد ما حصل الایمان ولاالطاعۃ التی تحصل بہا النجاۃ۔الثانی ان منافع العبد لسیدہ فعملہ مستحق لمولاہ فاذاانعم علیہ بالجزاء فمن فضلہ۔ الثالث جاء فی بعض الاحادیث ان نفس دخول الجنۃ برحمۃ اللہ عزوجل وانقسم المنازل والدرجات بالاعمال الرابع ان اعمال الطاعات کانت فی زمن یسیر والثواب لا ینفد فالاتمام الذی لا ینفد فی جزاء ما ینفد بالفضل لابمقابلۃ الاعمال۔وقال الکرمانی فی قولہ تعالی ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون لیست الباء للانصاق والمصاحبۃ ای اورثتموہا ملابستہ ارمصاحبۃ ارللمقابلۃ نحواشتریت الشاۃ بدرہم وبہذاالاخیر جزم الشیخ جمال الدین بن ہشام فی المغنی وقد سبق الیہ فقال ترد الباء للمقابلۃ وہی الداخلۃ

جن کے تم وارث اپنے اعمال کیوجہ سے کئے گئے ہو (قرآن) کے مجموعے سے چار دلائل حاصل ہوتے ہیں پہلی :۔ اگر بندے پر خدا کی رحمت پہلے نہ ہوئی ہوتی تو اسے ایمان اور اطاعت نہ حاصل ہوسکتے جن کے ذریعہ سے نجات ہوتی ہے، دوسری :۔ بیشک غلام کے منافع اپنے آقا کے لئے ہوتے ہیں تو اس کے کام کا مستحق اسکا آقا ہے پس جب آقا غلام کو اس کام پر جزاء دے تو اسکا فضل ہوگا، تیسری :۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جنت نفس دخول یہ تو اللہ کی رحمت سے ہوگا اور درجات ومراتب کی اقسام اعمال کے لحاظ سے ہوں گی، چوتھی :۔ بیشک اطاعت کے کام بہت تھوڑے زمانہ میں ہوتے ہیں اور ثواب تو ختم ہی نہ ہوگا پس ختم ہونے والی چیز کی جزاء پر نہ ختم ہونے والی چیز کا انعام کرنا خدا کے فضل سے ہوگا اعمال کے مقابلہ کیوجہ سے نہ ہوگا، اور کرمانی فرماتے ہیں اللہ تعالی کے قول، داخل ہوجاو جنت کے اس حال میں اپنے اعمال کے سبب میں بآء الصاق اور مصاحبت کے لئے نہیں ہے تو اس وقت معنی یہ ہوگا داخل ہوجاو تم وارث بنائے گئے جنت کے اس حال میں کہ وہ جنت ساتھی بننے والی اور تمہارے ساتھ ملنے والی ہے (اوریہ معنی غیر درست ہے) اس طرح یہ بامقابلہ کے لئے بھی نہ ہوگا، مثال میں نے بکری کو دراہم کے مقابلہ میں خریدا اس آخری

علی الاعراض کاشتریتہ بالف ومنہ ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعلمون وانما لم تقدر للسببیۃ کما قالت المعتزلۃ وکما قال الجمیع فی لن یدخل احد الجنۃ بعملہ لان المعطی قد یعطی مجانا بخلاف المسبب فلا یوجد بدون السبب قال وعلی ہذا ینتفی التعارض بین الحدیث والایۃ۔وسبقہ الی ذلک ابن القیم فی مفتاح دار السعادۃ فقال الباء المقتضیۃ للدخول غیر الباء التی تنفی معہا الدخول فالمقتضیۃ ہی باء السببیۃ الدالۃ علی ان الاعمال سبب للدخول مقتضیۃ لہ کاقتضاء سائر الاعمال لمسیاتہا والباء التی تنفی بہا الدخول ہی باء المعاوضۃ والمقابلۃ التی فی نحو قولہم اشتریت ہذا بہذا فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم ان دخول الجنۃ لیس فی مقابلۃ عمل احد وانہ لولا تغمد اللہ سبحانہ وتعالی العبد برحمتہ لما ادخلہ الجنۃ فلیس عمل العبد وان تناہا موجبا بمجردۃ لدخول الجنۃ ولا عوضا لہا فان اعمالہ وان وقت

معنی کے ساتھ جزم کیا ہے شیخ جمال الدین ہشام نے المغنی میں اور وہ کرمانی سے سبقت لے گئے ہیں فرماتے ہیں باء مقابلہ کے لئے بھی وارد ہوتی ہے مقابلہ والی کی تعریف یہ ہے جو عوضوں پر داخل ہو۔ مثال میں نے اس چیز کو ہزار کے بدلہ وعوض میں خریدا اور ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعلمون (البدنیہ) والی باء بھی اس قسم سے ہے اور باء یہاں سببت کا معنی ہرگز نہیں دیتی جیسے کہ معتزلہ نے کہا اور کہ تمام علماء کا کہنا ہے لن یدخل الجنۃ احد بعلمہ (الحدیث) والی باء کے متعلق کیونکہ دینے والا کبھی کبھی بغیر عوض اور بدلہ کے بھی دیتا ہے بخلاف مسبب کے وہ سبب کے بغیر نہیں پایا جاتا شیخ صاحب فرماتے ہیں اس صورت میں آیت تِلْکَ الْجَنَّۃُ اور حدیث (لن یدخل) میں تعارض ہے وہ ختم ہوجاتا ہے (یعنی حدیث والی سبب کا معنی دیتی ہے اور قرآن کریم والی باء مقابلہ کا معنی دیتی ہے شیخ صاحب سے حافظ ابن قیم سبقت لے گئے اس بارے میں تو حافظ صاحب اپنی کتاب مفتاح دار السعادۃ میں فرماتے ہیں جو باء دخول جنت کا تقاضا کرتی ہے یہ اس باء کے مخالف ہے جو دخول جنت کے نفی کے مقام کے ساتھ آئی ہے دخول جنت کے مقام والی باء سببیت کے لئے ہے، آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اعمال دخول جنت کا سبب اور اس کے مقتضی ہیں جیسے تمام اعمال اپنے مسیات کو چاہتے ہیں اور وہ باء جس سے دخول جنت کی نفی کی گئی ہے عوض اور مقابلہ والی ہے جیسے اس قول میں ہے خریدا میں نے اس کو اس کے عوض وبدلہ میں، پس رسول کریمؐ نے فرمایا کہ دخول جنت کس کے اعمال کے

منہ علی الوجہ المرضی الذی یحبہ اللہ ویرضاہ فہی لاتقادم نعمۃ اللہ التی انعم بہا علیہ فی دار الدنیا ولاتعادلہا بل لو حاسبہ اودقعت اعمالہ کلہا فی مقابلۃ الیسیر من نعمہ وتبقی بقیۃ النعم مقتضیۃ لشکرہ فلوعذبہ فی ہذہ الحالۃ لعذبہ وہو غیر ظالم لہ ولورحمہ لکانت رحمتہ خیرا لہ من عملہ کما فی السنن من حدیث زید بن ثابت وحذیفۃ وغیرہما مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم انہ قال ان اللہ لوعذب اہل سماواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم ولورحمہم لکانت رحمتہ خیرا لہم من اعمالہم قال وہذا فصل الخطاب بین المرجئۃ الذین انکروا ان تکون الاعمال سببا فی دخول الجنۃ من کل وجہ وبین الحدریۃ الذین یزعمون ان الجنۃ عوض عن الاعمال والحدیث یبطل دعوی الطائفتین واللہ اعلم انتہی۔

مقابلہ میں نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اللہ تعالی کی رحمت بندے کے شامل حال نہ ہو تو اللہ اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا پس صرف بندے کا عمل اگر چہ وہ انتہائی کیوں نہ ہو دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، اور نہ ہی جنت کا یہ بدلہ ہے کیونکہ بندے کے اعمال اللہ کے پسندیدہ طریقے پر واقع ہوں پھر بھی اللہ تعالی کی اس نعمت کی قیمت اور اس کے برابر نہیں ہوسکتے جو اس نے دنیا میں بندے پر کی ہے بلکہ اگر خدا اس کا حساب کرے تو انسان کے تمام اعمال اللہ کی معمولی سی نعمت کے مقابلہ میں ہوں گے اور اسکے دوسری باقی نعمتیں اللہ کے شکر کے لئے منتقضی ہیں اگر اللہ اس حالت میں بندے کو عذاب کرے تو وہ اس کے لئے ظالم نہ ہوگا اور اگر اس پر رحم کرے تو اسکی رحمت بندے کے اعمال سے بہتر ہوگی، روایت ہے زید بن ثابت اور حذیفہ اور ان کے علاوہ سے مرفوعا طرف نبی ﷺ کی یشک آپؐ نے فرمایا یشک اللہ تعالی اگر عذاب کرے آسمان والوں اور زمین والوں کو البتہ عذاب دئے ان کو اور وہ نہیں ظلم کرنے والے اور اگر رحمت کرے ان پر البتہ ہوگی اس کی رحمت بہتر ان کے لئے ان کے اعمال سے حافظ ابن حجر صاحب فرماتے ہیں یہ مطلب قول فیصل ہے مرجئہ کے درمیان جن کا انکار ہے کہ اعمال کسی طریق سے بھی دخول جنت کا سبب نہیں اور حدریہ فرقہ کے درمیان جنکا زعم ہے کہ جنت بدلہ ہے اعمال کا اور حدیث ان دونوں گروہوں کے دعوی کو باطل کرتی ہے اور خدا ہم سے زیادہ عالم ہے

مانقلہ الحافظ فی فتح الباری و عن ابن القیم رحمہ اللہ بلفظہ مرتضیالہ وقال الحافظ فی فتح الباری ایضا وجوز الکرمانی ان یکون المرادان الدخول لیس بالعمل والادخال المستفاد من الارث بالعمل وہذاوان مشی فی الجواب فی قولہ تعالی اورثتموہا بما کنتم تعلمون لایتمشی فی الجواب بین الایۃ والحدیث وعندی ان فی الحدیث جوابش اخر وہوان یحمل الحدیث علی ان العذمن حیث ہو عمل لایستفید فیہ العامل دخول الجنۃ مالم یکن مقبولافاذا کان کذلک فامرالقبول الی اللہ سبحانہ وتعالی وانما یحصل برحمۃ اللہ تعالی لمن یقبل منہ فعلی ہذا فمعنی قولہ تعالی ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعلمون ای تعلمونہ من العمل المقبول ولایضر بعد ذلک ان یکون الباء للمصاحبۃ اوللمقابلۃ اوللالصاق ولایلزم من ذلک ان یکون سببیۃ ثم رایت النووی جزم بان ظاہر الایات ان دخول الجنۃ بسبب الاعمال والجمع بینہا وبین الحدیث بان التوفیق للاعمال-

حافظ صاحب نے جو کلام نقل کی ہے فتح الباری میں حافظ ابن قیم اور دیگر علماء سے وہ ختم ہوگئی یہی پسندیدہ ہے حافظ صاحب کا فتح الباری میں نیز فرماتے ہیں اور کرمانی نے جائز کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ک خول جنت عمل کی وجہ سے نہیں ہے اور جنت میں داخل کرنا یہ عمل کے ساتھ وارث ہونے سے فائدہ حاصل کیا گیا ہے اور یہ جواب اگر چہ اللہ تعالی کے قول اور اُورِثْتُمُوہَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (قرآن) میں چل جاتا ہے لیکن آیت اور حدیث کے درمیان مطابق پیدا کرنے کے لئے نہیں چلیگا اور میرے نزدیک حدیث کا ایک اور جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ عمل میں حیث العمل ہونیکی وجہ سے عامل اس سے جنت میں داخل ہونیکا فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا جب تک وہ عمل قبول نہ ہو پس جب معاملہ ایسے ہوگا تو قبول والا کام اللہ کے سپرد ہے اور یشک جنت حاصل ہوگی اللہ کی رحمت کے ساتھ اس انسان کے لئے جس کا عمل قبول ہوا پس اس صورت پر فرمان خدا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ کہ جو تم مقبول اعمال کرتے تھے اور اس کے بعد باء مصاحبت، مقابلہ یا الصاق کے لئے بنانا کوئی تکلیف نہ دیگا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باء سببیت کے لئے ہے پھر میں امام نووی کو دیکھتا ہوں انہوں نے جزم کیا ہے کہ یشک ظاہر آیات کا مطلب یہ ہے کہ دخول جنت اعمال کے سبب ہے اور دونوں آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق ایسے ہے کہ یشک اعمال

والعبادۃ وقبولہا انما ہو بفضل اللہ ورحمتہ فیصح انہ لم یدخل بجرد العمل وہومراد الحدیث ویصح انہ دخل الجنۃ بسبب العمل وہو من رحمۃ اللہ وردالکرمانی الاخیر بانہ خلاف صریح الحدیث وقال المازری ذہب اہل السنۃ الی ان اثابۃ اللہ فمن اطاعہ بفضل اللہ وکذلک انتقامہ ممن عصاہ بعدل منہ ولایثبت واحد منہما الا بالسمع ولہ سبحانہ وتعالی ان یعذب المطیع و ینعم العاصی ولکنہ اخبلانہ لایفعل ذلک وخبرہ صدق لا خلف فیہ وہذا الحدیث یردمقالتہم ویردعلی المعتزلۃ حیث اوجبوا اعواض الاعمال ولہم فی ذلک ضبط کثیر و تفصیل طویل انتہی کلام الحافظ بن حجر فی الفتح بلفظہ – وقال الحافظ ایضا فی کتاب التوحید باب فی المشیۃ والارادۃ بعد ذکرالایات القرانیہ الدالۃ علی اثبات المشیۃ للہ عزوجل وان اللہ سبحانہ وتعالی یفعل مایشاء وقال وحرف المتزلۃ المسألتہ وقاسوافعل الخالق علی

اور عبادت کی توفیق اور ان کا قبول کرنا سوائے اس کے نہیں یہ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوگا پس صیح ہوجایگا خالی اء عمال سے جنت میں دخول نہیں ہے اور یہی مطلب حدیث کا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ عمل دخول جنت کا سبب ہو اور یہ اللہ کی رحمت سے ہوگا اور کرمانی نے نووی کے آخری معنی کی تردید کی ہے وہ صریح حدیث کے خلاف ہے مازری کہتے ہیں اہل سنت اس طرف گئے ہیں کہ یشک اللہ کا اپنے مطیع کو ثواب دینا اس کے فضل سے ہے اور اسطرح اللہ تعالی کا گہنگار سے انتقام لینا اس کا انصاف ہے اور ثواب و انتقام میں سے کوئی ایک چیز بھی شارع علیہ االسلام سے سنے کے بغیر نہیں ثابت ہوتی اور اللہ کے لئے حق ہے کہ وہ مطیع کو عذاب دیدے اور عاصی کو نعمت دے دے اور لیکن اس نے خود خبر دیدی کہ وہ ایسے نہ کریگا اور اللہ کا خبر دینا سچا اس میں خلاف ہونا نہیں ہے اور کہ حدیث اہل سنت اور معتزلہ کی تردید کرتی ہے جبکہ معتزلہ نے اعمال کا بدلہ واجب ٹھہرایا اور ان لوگوں

نے اس بحث میں ٹاواں ٹویاں ماری ہیں اوراس کی تفصیل بہت طویل ہے حافظ صاحب کا حکم فتح الباری میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوا حافظ ابن حجر نیز کتاب التوحید باب فی المشیتہ والارادۃ میں خدا تعالی کے چلنے اور جو چاہے کر سکتا ہے پر آیات قرآنیہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور معتزلہ نے مسئلہ کی تعریف کرکے خالق کے فعل پر قیاس کہا ہے کیونکہ اگر مخلوق اپنے مطیعوں کو عذاب دیدے تو وہ ضرور ظالم ہوگا کیونکہ

المخلوق فان المخلوق لوعاقب من یطیعہ من اتباعہ فکان ظالما لکونہم لیس ملکہ حقیقتہ والخالق سبحانہ وتعالی لوعذب من یطیعہ لم یکن ظالما لان الجمیع ملکہ یفعل مایشاء لایسئال عما یفعل وفی ذلک ولالتہ علی ان الامور کلہا موقوفتہ بمشیتہ اللہ عزوجل وارادتہ۔قال الراغب ویدل علی ان الامور متعلقتہ بمشیتہ اللہ عزوجل ومرقوفتہ علیہا ما اجتمع الناس علی تعلیق الاستثناء فی جمیع الافعال وقد اخرج ابو نعیم فی الحلیتہ من طریق بن اخی الزہری عنہ قال کان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ یامر روایتہ قصیدۃ لبید التی یقول فیہا

ان تقوی ربنا خیر نفل وباذن اللہ ریثی وعجل

احمد اللہ فلا ندل بیدیہ الخیر ماشاء فعل

من ہداہ سبل الخیر اہتدی ناعم البال ومن شاء اضل

والخلاف بین اہل السنتہ والمعتزلتہ ان الارادۃ تابعتہ للعلم وعندہم الارادۃ تابعتہ للامر ویدلا اہل السنتہ قولہ تعالی یرید اللہ ان لا یجعل لہم حظا فی الاخرۃ انتہی المقصود

وہ اس کا ملک حقیقی نہیں ہے اور خالق سبحانہ وتعالی اگر اپنے مطیع کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا کیونکہ تما اس کے قبضہ ملک میں ہے جو چاہے کرے اس سے کام کا سوال نہ ہوگا اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ تمام کام اللہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے راغب کہتے ہیں اور دلالت کرتی ہے یہ بات اس پر کہ تمام کا معلق ہیں خدا کی مشیت کے ساتھ اور موقوف ہیں اس پر جیسے کہ لوگوں کا اجتماع ہے اس پر کہ تمام افعال استشناء پر معلق ہیں (ان شاء اللہ پر) ابو نعیم نے الحلیہ میں ابن اخی زہری کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ بن خطاب لبید شاعر کے اس قصیدہ کو روایت کرنیکا حکم دیا کرتے تھے جس میں لبید نے مبدرجہ ذیل اشعار کہے ہیں (۱) بیشک اللہ کا ڈر بہتر عطیہ ہے اور اللہ کے حکم سے ہے میرا دیر کرنا اور جلدی کرنا : (۲) میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں پس نہیں ہم فخر کرتے اسی کے ہاتھ میں بھلائی اور جو وہ چاہے کرے (۳) جس کو بھلائی کے راستوں کی طرف راہنمائی کردے تو وہ ہدایت پالیگا اور اچھے حال ہوگا اور جس کو وہ چاہے گمراہ کردے ، معتزلہ اور اہل سنت کے درمیان اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اللہ کا ارادہ علم کے تابع ہے ، لیکن معتزلہ کے ہاں تابع نہیں ، اور اہل سنت کی تائید اللہ تعالی

من عباقتہ فتح الباری وفیہ کلام طویل فانظرہ ان اردتہ ویوید ذلک ما اخرجہ الاما حمد ولبوداود وابن ماجتہ من حدیث ابن الدیلمی انہ قال وقع فی نفسی شی من القدر فخشیت ان یفسد علی دینی وامری فاتیت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فقلت یا ابا المنذر وقع فی نفسی شی من القدر فخشیت ان یفسد علی دینی وامری فاخبرنی بشی من ذلک لعل اللہ ان یذہبہ عنی لو ان اللہ عذب اہل سموتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیر لہم من اعمالہم ولو کان ذلک مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ما قبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فتعلم ان ما آنخطالہ لم یکن لیصیبک وما اصابک لم یکن لیخطئک وانک لومت علی غیر ہذا دخلت النار ولاعلیک ان تاتی اخی عبداللہ ابن مسعود فسالہ عن ذلک فاتیت عبداللہ ابن مسعود فذکر مثل ماقال ابی بن کعب وقال فلاعلیک ان تاتی حذفہ فسالہ

کے اس قول سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالی ارادہ کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ کرے ، فتح کی عبارت سے مقصود ختم ، اور اس میں کلام بہت طویل ہے اگر آپ چاہیں تو فتح الباری کو دیکھ لو ، امام احمد امام ابعداود اور ابن ماجہ جو ابن دیلمی کی حدیث لاتے ہیں وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے (حدیث یہ ہے) ابن دیلمی کہتے ہیں میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوا جس سے مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا دین اور میرا معاملہ اسلام والا خراب نہ ہوجائے پس میں ابن بن کعب کے پاس گیا میں نے کہا اے ابا منذر میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ وہ میرے دین اور میرے طریق اسلام کو خراب نہ کردے پس اس لئے تقدیر کے متعلق کچھ خبر دو شاید کہ اللہ مجھ سے یہ شبہ دور کردے پس اس نے کہا اگر اللہ تعالی زمین وآسمان کے اہل کو عذاب دے تو اس کا حق ہے دے سکتا ہے اور وہ ظالم نہ ہوگا ، اور اگر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے افضل ہے اور اگر تیرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جیسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تجھ سے قبول نہیں کرے گا جب تک تیرا تقدیر پر ایمان نہ ہوگا اور تو نہ جان لے کہ جو مصیبت تجھے

نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے خطا نہیں کر سکتی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تو اس اعتقاد و ایمان کے بغیر مر گیا تو آگ میں داخل

عن ذلک حذیفۃ فذلک مثل ماقالاوقال فلاعلیک ان تاتی زید بن ثابت فاتیتہ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو ان اللہ عذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرا لہم من اعمالہم ولوکان مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ما قبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فتعلم ان ما اصابک لم یکن لیخطئک وما اخطاک لم یکن لیصیبک وانک ان مت علی غیر ہذا دخلت النار-قال العلامۃ علی القری فی شرح المشکوۃ فصار الحدیث مرفوعا من طریق زید بن ثابت وقال ایضا قولہ ای قول ابن الدیلمی وقع نفسی شی من القدر ای حزازۃ واضطراب عظیم من جہۃ ان القضاء والقدر باعتبار العقل لا بموجب المشقل

ہوگا اور آپ کے لئے کوئی عار نہیں کہ آپ میرے بھائی عبداللہ بن مسعود کے پاس جا کر اس کے متعلق دریافت کریں پس میں عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اس نے بھی وہی ذکر کیا جو ابی بن کعب نے کہا تھا اور اس نے کہا آپ کے لئے کوئی ڈر نہیں کہ آپ حذیفہ کے پاس جا کر اس کے متعلق سوال کریں اس نے بھی ان دونوں کی طرز ذکر کیا اور اس نے کہا آپ پر کوئی تنگی نہیں کہ آپ زید بن ثابت کے پاس جائیں میں اس کے پاس آیا پس اس نے کہا سنا میں نے رسول ﷺ سے فرماتے تھے اگر اللہ تعالی زمین و آسمان والوں کو عذاب کرے تو ان کو عذاب کرے گا اور ظالم نہ ہوگا اور اگر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تیرے لئے احد پہاڑ جتنا سونا ہو جسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اللہ تعالی تجھ سے قبول نہیں کرے گا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے گا پس جان لے تو جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے خطا نہیں کر سکتی تھی اور اسمیں کوئی شک نہیں اور اگر تو اس پر ایمان لانے کے علاوہ مر گیا تو آگ میں داخل ہوگا، علامہ ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں پس ہو گئی حدیث مرفوع زید بن ثابت کے طریقے سے اور قاری نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن دیلمی کا قول، وقع فی نفسی شی من القدر کا معنی ہے میرے دل میں حرکت اور بڑا اضطراب واقع ہو گیا قضاء قدر کے متعلق عقل کے اعتبار سے یہ شبہ تھا نقل کے اعتبار سے نہ تھا اور حافظ ابن

وقال ابن حجر ای من بعض شبہ القدر التی ربما تجر الشخص الی الشرک فیہ کاعتقاد انا الانسان یخلق فعل نفسہ کما قالہ المعتزلۃ وانہ مجبر علی الفعل کما قالہ الجبریۃ فکیف یعذب وانا اریدالخلاص من ہذا البحث فحدثنی بحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم لعل اللہ ان یذہبہ عن قلبی ای رجاء ان یزیل ذلک عنی وقال اولا فی نفسی وثانیا عن قلبی اشعارا بان ذلک تمکن منہ واخذ بجامعہ وذاتہ ولذا قالما الطیبی والاظہر ان الحزازۃ عن الخطرات النفسیۃ والثبات والاطمینان من الصفات القلبیۃ-فقال لہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متحریا غایۃ البیان الشافی ونہایۃ الارشاد الوافی لوان اللہ سبحانہ وتعالی فرضا عذب اہل سمواتہ ای الملئکۃ المقربین اہل ارضہ ای الانبیاء والمرسلین لعذبہم وہو غیر ظالم لہم الحدیث قال الطیبی وفی سوال ابن الدیلمی من الصحابۃ رضی اللہ عنہم واحدا بعد واحد واتفاقہم فی

حجر فرماتے ہیں کہ تقدیر کے متعلق شبہات میں سے کوئی شبہ، وہ شبہات کہ اکثر دفعہ انسان کو اس میں شرک کی تعریف تک کھینچ لاتے ہیں جیسے یہ اعتقاد کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے اور یہ شبہ کے بیشک انسان کام پر مجبور ہے جیسے کہ جبریہ فرقہ نے کہا، پس اس وقت اسے کیسے عذاب دیا جائیگا اور میں اس بحث سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہوں پس اس لئے آپ مجھے کوئی حدیث نبویؐ بتائیں شاید کے اللہ تعالی اسے میرے نفس سے دور کر دے، یعنی اس امید پر کہ اللہ اسے مجھ سے دور کر دے ابن دیلمی نے پہلے فن نفس (میری جان میں) اور دوسری دفعہ عن قلبی (میرے دل سے) کے لفظ یہ معلوم کرانے کے لئے کہے کہ بیشک یہ شبہ اس سے پختہ ہو گیا ہے اور اس کے دل کے تمام گوشوں کو اس نے پکڑ لیا ہے اور اس کی ذات میں داخل ہو گیا ہے اور اسطرح طیبی نے معنی کئے ہیں اور اظہر بات یہ ہے کہ اس کے نفس خطرات سے حرکت واضطراب پیدا ہوا اور دل کی صفت شبات و طمینان تھی ابی ابن کعب نے اسے انتہائی شافی بیان کو تلاش کرتے ہوئے اور انتہائی راہنمائی کر کے جواب دیا کہ اگر بیشک اللہ سبحانہ وتعالی بالفرض آسمان والوں مقرب فرشتے اور زمین والوں انبیاء ورسل کو عذاب دے تو ان کو عذاب دیگا اور وہ ظالم نہ ہوگا، الحدیث، طیبی نے کہا ہے کہ ابن دیلمی کے صحابہ میں سے ایک کے بعد دوسرے سے پوچھنے میں اور ان کے جواب میں متعلق ہونے میں بغیر کسی تغیر کے اور پھر آخری

الجواب من غیر تغییر ثم انتہاء الجواب الی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم دلیل علی الاجماع المستند الی النص فمن خالف فی ذلک فقد عاند الحق وقولہ ولو عذبہم وہو غیر ظالم لہم الوادفیہ للحال ای لانہ متصرف فی ملکہ وملکہ فعذابہ عدل وثوابہ فضل-وفیہ ارشاد عظیم وبیان شان لازالۃ ما طلبہ منہ لانہ یہدم قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین لانہ مالک الجمیع فلہ ان یتصرف کیف یشاء ولا ظلم وفیہ اشکال واجیب عنہ بان لوالشرطیۃ غیر لازمۃ الوقوع وفیہ دلیل الی ان الامور الکائنۃ کلہا منہ سبحانہ وتعالی خیرہا وشرہا حلوہا ومرہا لفعلہا وذرہا تلیلہا وکثیرہا

كبيرہاوصغيرہاكلہا بقضاء اللہ سبحانہ وتعالى وارادتہ واسرہ وانہ ليس للعبد فيہا الاالكسب ومباشرۃ الفعل والمرادہنا كمال الايمان وسلب القبول مع فقد يوذن بان البتدعۃ لاتقبل اعمالہم اى لايثابون عليہا ماداموا على بدعتہم ويويدہ حديث ابى اللہ ان يقبل عمل صاحب بدعۃ حتى يتوب وفيہ بان البتدعۃ ليسوا من المتقين لقولہ تعالى انما يتقبل اللہ من التقين وانہ لايحبہم فان اللہ

حدیث رسول اللہ ﷺ سے ہونے میں دلیل ہے کہ اس کے حدیث ہونے پر اجماع ہے پس جو اس میں خلاف کرے گا اس نے حق سے سرکشی کی اور حدیث کے یہ الفاظ لوعذبہم لعذبہم وہو ظالم میں واو حالیہ ہے معنی یہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے ملک اور بادشاہی میں تصرف کرنیوالا ہے پس اس لئے اسکا عذاب عدل ہوا اور ثواب دینا فضل ٹھہرا اور اس جواب میں بڑی رہنمائی ہے اور بیان شافی ہے اس کی طلب کی گئی چیز کے ازالہ کےلئے کیونکہ یہ جواب عقلی حسن وقبح کے قاعدے کو گرادیتا ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک کا مالک ہے پس اس میں اس کا حق ہے، جیسے چاہے تصرف کرے اور ظلم نہ ہوگا اور اس میں ایک اشکال ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ لو شرطیہ چیز کے وقوع کو لازم نہیں ہے اور اسمیں دلیل ہے اس بات کی طرف کہ بیشک تمام ممکنات امور اللہ تعالی کی طرف سے ہیں خواہ بہتر ہوں یا برے ہوں شیریں ہوں کڑوے ہوں، نفع مند ہوں ان کی تکلیف کم یا زیادہ ہو اور خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں تمام اللہ سبحانہ کی قضاء قدر سے ہوئے ہیں اور بیشک اللہ ہی کےلئے ارادہ اور حکم ہے بندے کا تو کمانا اور فعل کو ملنا ہے اور یہاں مراد پورا ایمان ہے اور اسکی تائید یہ حدیث کرتی ہے خدا تعالی بدعتی کے قبول عمل سے انکار کرتے ہیں حتی کہ وہ اپنی بدعت سے توبہ نہ کرلے اور اس میں اس بات کو معلوم

يحب المتقين انتہى كلام العلامۃ على القارى فى شرح المشكوۃ بلفظہ-وقال العلامۃ ابوالحسن السندى فى حاشيتہ على سنن ابن ماجۃ وقال الطيبى وفى الحديث ارشاد عظيم وبيان شاف لازالۃ ماطلبہ منہ لانہ يقدم بہ قاعدۃ الحسن والقبح العقليين وبين فيہ بانہ تعالى مالك الملك فلہ ان يتصرف فى ملكہ كيف يشاء ولا يتصور منہ ظلم لان حقيقۃ الظلم التصرف فى ملك الغير ولاملك لغير اللہ تعالى اصلا ثم بين بقولہ ولو رحمہم لكانت رحمتہ خيرا لہم من اعمالہم بان النجاۃ من العذاب انما ہى برحمۃ اللہ عزوجل لاباعمال فالرحمۃ خير منہا وقولہ ولو كان لك مثل جبل احد ذہبا اومثل احد ذہبا تنفقہ فى سبيل اللہ ماقبلہ اللہ منك حتى تومن بالقدر فيہ اشارۃ الى انہ لاقبول لعمل البتدع عنداللہ وہو مبنى على القول بكفر منكرہ انتہى كلام ابوالحسن السندى فى حاشيتہ على ابن ماجۃ بلفظہ-

کرانا ہے کہ بدعتی لوگ متقیوں میں سے نہیں ہیں، (علامہ قاری ملا علی کا کلام شرح مشکاہ میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوئی اور علامہ ابوالحسن سندھی سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اور طیبیؒ نے کہا ہے اور حدیث میں بڑی راہنمائی اور بیان شافی ہے ابن دیلمی کے طلب کردہ سوال کے ازالہ کےلئے کیونکہ اس سے عقلی حسن وقبح والا قاعدہ منہدم ہوجاتا ہے اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی تمام بادشاہی کا مالک ہے پس اس کا حق ہے کہ اپنی بادشاہی میں جیسے چاہے تصرف کرے اور یہ اس کا ظلم نہ تصور کیا جائیگا کیونکہ ظلم کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ وہ غیر کے ملک میں تصرف کرنا اور غیر اللہ کے ملک میں قطعی طور پر کوئی چیز نہیں پھر آپؐ نے اپنے اس قول، کہ اور اگر اللہ تعالی ان پر رحمت کرے تو اسکی رحمت ان کےلئے اپنے اعمال سے زیادہ بہتر ہوگی یہ بیان فرمایا کہ بیشک عذاب سے نجات اللہ کی رحمت سے ہے نہ کہ اعمال کا نتیجہ۔ پس رحمت اعمال سے افضل ٹھہری اور آپؐ کے اس قول اور احد پہاڑ جتنا سونا ہو یا احد کی مثل ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے تب بھی اللہ تعالی اسے قبول نہ فرمائیں گے جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائیگا اس کی طرف کہ بدعتی کے عمل کا قبول کرنا اللہ کے ہاں نہیں ہے اس کی بنا پر اس پر ہے تقدیر کا منکر کافر ہے ابوالحسن سندھی کا کلام ابن ماجہ کے حاشیہ والی انہی کے الفاظ میں ختم ہوا،

وفى الموطا للامام مالك رحمۃ اللہ تعالى عن يحيى بن سعيد الانصارى قال صليت وراء ابى ہريرۃ على صبى لم يعلم خطيئۃ قال فشارحہ العلامۃ الزرقانى اى لموتہ قبل البلوغ مأخوذ من رفع القلم عن ثلاثۃ فعد منہا وعن الصبى حتى يحتلم وقال عمر رضى اللہ عنہ تكتب لہ الحسنات ولا تكتب عليہ السيات فسمعتہ يقول اللہم اعذہ من عذاب القبر غير فتنۃ بدلائل من السنۃ الثاسۃ ولو عذاب اللہ عبادہ اجمعين لم يظلمہم انتہى المقصود وقال العلامۃ حجۃ الاسلام الغزالى فى الاحياء فى الجزء الاول وللہ سبحانہ وتعالى ايلام الخلق وتعديہم من غير جرم سابق خلافا للمعتزلۃ لانہ متصرف فى ملكہ ولا يتصور ان يعدو تصرفہ ملكہ الى اخرما اطال بہ وفيہ ايضا وانہ سبحانہ وتعالى متفضل بالخلق والاختراع والتكليف لاعن جہۃ وجوب عليہ ومتطول بالانعام والاصلاح لاعن لزوم فلہ الفضل والاحسان والنعمۃ والامتنان اذكان قادرا على ان يصب على عبادہ انواع العذاب ويتليہم بضروب الالام والاوصاب ولو فعل ذلك لكان منہ عدلا ولم يكن

موطا امام مالک میں یحیی بن سعید انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہؓ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی ایک معصوم بچے پر موطا شریف کے شارع علامہ زرقانی فرماتے ہیں کیونکہ وہ بلوغت سے پہلے مرگیا تھا یہ ماخوذ ہے حدیث قلم تین انسانوں سے اٹھالی گئی ہے پس آپ نے ان سے شمار کیا ہے بچہ محتلم ہونے سے پہلے، حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتی پس میں نے حضرت ابی ہریرہ سے سنا آپ یہ دعا پڑھتے تھے یا اللہ اسے عذاب قبر سے پناہ دے ابن عبدابر فرماتے ہیں کہ عذاب قبر عذاب قبر کے فتنہ سے الگ ہے اسکے سنت سے بہت سے دلائل، ثابتہ ہیں اور اگر اللہ تعالی اپنے تمام بندوں کو عذاب دے تو ان پر ظلم نہ کرے گا مقصود ختم ہوا، حجتہ

الاسلام علامہ غزالی احیاء العلوم جزء اول میں فرماتے ہیں اور اللہ سبحانہ کا حق ہے کہ مخلوق کو عذاب اور درد پہنچائے بغیر کسی پہلے گناہ کے بدلہ میں معتزلہ کے مسلک کے برعکس یہ معاملہ ہے کیونکہ اللہ تعالی اپنے ملک میں تصرف ہے اور اس کا ملک ختم نہیں ہوتا اگرچہ اس کا تصرف کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہوجائے اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور اس میں سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ سبحانہ ہی پیدا کرنے ایجاد کرنے اور تکلیف کرنے کیوجہ سے فضیلت والا ہے یہ چیزیں اس پر واجب

منہ قبیحا ولا ظلما وانہ یثیب عبادہ المومنین علی الطاعۃ بحکم الکرم ما لوعد بحکم الاستحقاق واللزوم ولایجب علیہ حق لاحد وان حقہ فی الطاعۃ واجب علی الاخلق بایجابہ علی السن انبیائہ صلوت اللہ علیہم وسلامہ الی اخر کلام الامام الغزالی فانظرہ فان فیہ الشفاء لمن کان علی شفا وایضا ایلام الاطفال والدواب من غیر جرم سابق منہم کما ہو مشاہد فی الاطفال والدواب ولایئسب فی فعلہ سبحانہ وتعالی ذلک بہم الی الظلم فالقائلون بان اللہ لوعذب عبادہ الطائعین وانعم علی العاصین یکون ذلک ظلما سبحانہ وتعالی عما یقول الظالمون علوا کبیر اولیس لہم علی ذلک دلیل صریح من کتاب اللہ ولا من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وانما نشأ ذلک من فہمہم وذلک خلاف ما اخبر بہ سبحانہ وتعالی من اثابۃ المطیع وتعذیب العاصی وہو صحیح۔

نہیں ہیں اور وہ انعام واصلاح کو زیادہ کرنیوالا ہے یہ اس پر لازم نہیں بلکہ اسی کے لئے ہے فضل کرنا، احسان کرنا نعمت دینا اور نعمت کا جتلانا، کیونکہ وہ قادر ہے اس پر کہ اپنے بندوں کو قسم قسم کے عذاب پہنچائے اور ان کو ہر قسم کے دادا اور دائمی بیماریوں سے آزمائے اور اگر وہ یہ کردے تو اسکا عدل ہوگا اور یہ فعل اس سے قبیح اور ظلم کیوجہ سے صادر نہ ہوگا اور بیشک اللہ تعالی اپنے مومن بندوں کو ثواب دے گا اطاعت کرنے پر کرم کے لئے اور استحقاق والتزام کے وعدہ کے لئے اور اس پر کسی کا حق لازم نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ اسکا حق مخلوق پر لازم ہے کہ اس کی اطاعت کریں جیسے اللہ تعالی نے انبیاء علیہم الصلوۃ وسلام کی زبان کے ساتھ لازم کیا ہے علامہ غزالی کے کلام اینفر تک پس آپ اس کلام کو دیکھیں اس میں اس انسان کے لئے شفا ہے جو گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہو (گمراہی کے) اور یہ بھی یاد رکھو اللہ تعالی کا بچوں اور چارپاوں کو درد پہنچانا ان کے سابق جرم کی وجہ سے نہیں ہے (کیونکہ وہ تو معصوم ہیں) جیسے کہ آپ اسکا مشاہدہ بچوں اور چارپاوں میں کرتے ہیں اور اللہ تعالی یہ فعل ان کے ساتھ کرنا اسے ظلم کی طرف منسوب نہ کیا جائیگا پس جو لوگ اس کے قائل نہیں کہ اگر اللہ تعالی اپنے مطیع انسانوں کو عذاب دے اور نافرمانوں کو انعام دے تو یہ اسکا ظلم ہوگا اللہ بلند ومنزہ ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں بہت برتر ہے اور انکی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ میں نہیں ہے اور یہ تو صرف ان کی اپنی سمجھ کا نتیجہ ہے اور یہ خلاف ہے اسکے جو اللہ تعالی نے اطلاع دی ہے کہ وہ

ولکن لیس ذلک منہ علی جہۃ الوجوب علیہ سبحانہ وتعالی ولانہم یقولون ان ذلک من باب الحسن والقبح العقلیین وہذا قاعدۃ باطلۃ لادلیل علی صحتہا وہذہ القاعدۃ ہی التی بنا علیہا المعتزلۃ وبعض الحنفیۃ ذلک المذہب وقد قال العلامۃ المحقق العینی انہا قاعدۃ باطاۃ لیست بحجۃ شرعیۃ یجب قبولہا کما سیاتی فالحاصل ان الذی فقلناہ من کلام الائمۃ المحققین صریح فی بطلان ما قالہ المعتزلۃ وبعض الحنفیۃ من جواز نسبۃ الظلم الی اللہ تعالی وہو رب الارباب ومما یوید نفی وقوع ذلک منہ سبحانہ وتعالی ردا النصاری قولہ تعالی لقد کفر الذین قالوان اللہ ہو المسیح بن مریم قال سبحانہ وتعالی فی الرد علیہم قل فمن یملک من اللہ شیا ان اراد اللہ ان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا قال العلامۃ سلیمان الجمل فی حاشیتہ علی الجلالین وتعمیم ارادۃ الاہلاک للکل مع حصول المقصود بالاتتعبار علیہ تہویلا للخطب

مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دیگا یہ تو درست ہے لیکن اس کا یہ خیر وسزا دینا وجوب کے لئے نہیں ہے اور چونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ عقلی حسن وقبح کے قبیل سے ہے اور یہ تو قاعدہ ہی باطل ہے اس کی صحت پر کوئی دلیل ہی نہیں علامہ محقق عینی فرماتے ہیں یہ قاعدہ کو دلیل شرعی نہیں ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے جیسے جہ اسکی بحث عنقریب آئیگی پس حاصل کلام یہ ہے کہ ائمہ محققین کے کلام سے ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ معتزلہ کے قول کے بطلان کے لئے صریح ہے اور بعض احناف کے قول کے بطلان کے لئے بھی صریح ہے جو کہ نسبت ظلم اللہ کی طرف کرتے ہیں حالانکہ وہ رب الارباب ہے اور اس کے وقوع کی نفی کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالی کا وہ قول ہے جس میں اللہ تعالی نصاری کی تردید فرمارہے ہیں تحقیق کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ بیشک اللہ ہی مسیح بن مریم ہے (الایتہ) ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں اسے محمد ﷺ کہہ دے اگر اللہ تعالی مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام اہل ارض کو ہلاک کرنا چاہے تو کون انہیں چھڑانے کا مالک ہے اللہ تعالی کی سے (الایتہ) علامہ سلیمان الجمل جلالین کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں اور عام کرنا ارادے کو تمام کے ہلاک کے لئے باوجودیکہ مقصود تو صرف مسیح پر ہی اقتصار کرنے سے حاصل تھا اس لئے ہے کہ مخاطب کو ڈرانے کے لئے اور کمال عجیب کو ظاہر کرنے کے لئے ہے اس کے بیان کے ساتھ کہ

واظہار الکمال العجب بیان ان الکل تحت قہرہ تعالی وتخصیص امہ بالذکر مع اندراجہا فی ضمن من فی الارض لزیادۃ تاکید عجزا لمسیح انتہی۔

وقال الامام الفخرالدین الرازی تحت قولہ تعالی فمن یملک من اللہ شیا ان ارادان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا ہذہ جملۃ شرطیۃ قدفیہا الجزاء علی الشرط والتقدیر ان ارادان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا فمن ذالذی یقدر ان یدفعہ عن مرادہ سجانہ وتعالی ومقدورہ وقولہ فمن یملک من اللہ شیا ای فمن یملک من افعال اللہ شیا والملک ہو القدرۃ والمعنی من ذالذی یقدر علی دفع شی من افعال اللہ تعالی ومنعہ عن مرادہ وتعالی وقولہ ومن فی الارض جمیعا یعنی ان عیسی علیہ السلام مشاکل لمن فی الارض فی الصورۃ والجسمیۃ والترکیب وتغییر الصفات والاحوال فلما سلمتم کونہ تعالی الواحدالقاہر للکل مدبر الکل وجب ان یکون سجانہ وتعالی ایضا خالقا لعیسی علیہ السلام انتہی کلام الامام الامام الفخرالدین الرازی بلفظہ ففی ہذہ الایۃ الکریمۃ-

ہرچیز اس کے غلبہ میں ہے اور اس کی والدہ کے ذکر کی تخصیص کرنا مسیح کے عجز کی تاکید کےلئے ہے باوجودہ کہ وہ من لمن فی الارض میں داخل تھا، اورامام فخرالدین رازی اللہ تعالی کے قول، پس کون مالک ہے اللہ تعالی سے چھڑانے کا اگر وہ مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام زمین والوں کو ہلاک کردے کے تحت فرماتے ہیں جملہ یہ شرطیہ ہے اس میں جزاء شرطیہ پر مقدم ہے اور تقدیر یہ ہے اگر ارادہ کرے کہ مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام اہل ارض کو ہلاک کرے پس کون ہے وہ انسان جو دفع کرے اللہ کے ارادہ کو اور اس کی مقدور کو اور اللہ تعالی کا قول فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا یعنی کون مالک ہے اللہ کے افعال میں سے کسی کا اور مالک کا معنی طاقت ہے اور معنی یہ ہے کون ہے جو اللہ کے افعال میں سے کسی کو فعل کو دفع کرنے اور اس کے مراد کو منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور اللہ تعالی کا قول اور جو کچھ بھی زمین میں ہے اللہ کی مراد یہ ہے عیسی علیہ السلام اہل ارض کے ہم مثل ہیں، صورت، جسمیت، ترکیب، اور صفات واحوال کے تغیر تبدل میں پس کیوں تم نے اس کو اللہ یکتا، غالب اور ہر چیز کا مدبر تسلیم کیا ہے ضروری ٹھہرا کہ اللہ تعالی عیسی علیہ السلام کا بھی خالق ہو ختم شد امام غزالی کا کلام انہی کے الفاظ ہیں،

وماقالہ العلامۃ سلیمان الجمل فی حاشیتہ علی الجلالین والامام الفخرالدین الرازی فی بیان معناہا من ان الکل تحت قہرہ حتی من ہوافضل خلقہ عیسی علیہ السلام وجمیع من فی الارض فکیف لایقدر علی فعل مایریدہ فیہم اجمعین من خیراومن مسندلان الجمیع تحت قہرہ وفی قبضتہ وفی ملکہ وملکہ یتصرف فیہم کیف یشاء لایسأل عما یفعل ویفعل اللہ مایشاء فلاظلم فیما یفعلہ سجانہ وتعالی من تعذیب المطیع واثابۃ العاصی ولکنہ لایفعل ذلک بہم فضلا واحسانا وجودا علی عبادہ لانہ لایقدر علی ذلک فعلم من ہذا انہ سجانہ وتعالی اوجدالاشیاء مرتبۃ ترتیبا بدیعا محکما لایتحول عن ذلک الترتیب لعدم التحول والتبدیل فی العلم لانہ لاتدوۃ لہ سجانہ وتعالی علی التحویل والتبدیل والالزم خروج بعض الممکنات عن حیز قدرتہ وذلک عجز تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا وعلی کل حال فتطویل الکلام والبحث فی ہذہ المسالۃ والمناقشۃ مع انہا قضیۃ فرضیۃ لاوقوعیۃ بالاتفاق ثبت علی جوازہا فرضا لاوقوعا من

پس اس آیت کریمہ کی تشریح میں جو کچھ علامہ سلیمان الجمل نے جلالین کے حاشیہ پر اور علامہ رازی نے فرمایا ہے کہ بیشک ہر چیز اس کے غلبہ کے تحت ہے حتی کہ اس کی مخلوق کا اشرف فرد عیسی علیہ السلام بھی تابع ہے اور تمام اہل ارض مطیع ہیں پس وہ کیسے طاقت نہیں رکھتا ان تمام کے بارے میں خیر وشر کے ارادہ پر کیونکہ ہر چیز اکے تسلط، قبضہ اور ملک میں ہے اور اپنے ملک میں جیسے چاہے کرے اسکے کام کا اس سے سوال نہ کیا جائیگا اور اللہ جو چاہے کرے اس کا کام ظلم نہ ہوگا، خواہ وہ مطیع کو عذاب دے اور عاصی کو ثواب دینا ہی کیوں نہ ہو، اور لیکن وہ ان پر فضل احسان اور ان کے سخاوت کرنے کی غرض سے یہ کرے گا نہیں کہ وہ اس پر قادر نہیں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے اشیاء کی ترتیب کو بڑا مضبوط و مستحکم ار عجیب بنایا ہے وہ اشیا ترتیب سے پھرے گا نہیں کیونکہ اس کے علم میں پھرنا اور تبدیل نہیں ہے نہ کہ اس لئے کہ وہ اس پر قادر نہیں تحول اور تبدیل پر، ورنہ بعض ممکنات کا اس کے قبضہ لئے قدرت سے خروج لازل آئیگا اور یہ عجز کی بات ہے اللہ تعالی عجز سے بہت بلند وبرتر ہے بہر حال یہ ایک فرضی قضیہ ہے اس کا وقوع نہ ہوگا اس لئے اس میں بحث کلام کو طول دینا اور مناقشہ کرنا درست نہیں (اس کے وقوع نہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے) اس فرضی طور پر جواز کتاب وسنت سے ملتا ہے وقوعی طور پر نہیں ملتا لیکن قرآن کی دلیل، حافظ ابن حجر فتح الباری میں

الکتاب والسنۃ اما الکتاب فقال الحافظ بن حجر فی فتح الباری ان اہل السنۃ تمسکو بقولہ تعالی لایسأل عما یفعل ویفعل اللہ مایشاء وامنا السنۃ فحدیث ابن الدیلمی الذی تقدم ذکرہ مع ماقالہ فیہ شراحہ وقال بمضمونہ المحدثون من اہل السنۃ کالمزری والمہلب والحافظ ابن حجر وابن عبدالبر وانتی بمضمونہ بعض اجلاء علماء الصحابۃ ابی بن کعب وحذیفۃ وابن مسعود وزید بن ثابت وعمران بن حصین رضی اللہ عنہ حیث سئلوا عن القدر نا حابوا بمضمونہ من انہ سجانہ وتعالی لوعذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرا لہم من اعمالہم وثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم مسندا ولقدم ان الحافظ بن حجر قال فیہ ان فیہ حجۃ علی المرجئۃ والمجبرۃ ونقلہ الامام ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ وتلمیذہ بن القیم فی

فرماتے ہیں اہل سنت نے اللہ تعالی کے قول اور فعل کے متعلق کوئی باز پر س نہ ہوگی وہ جوچاہتا ہے کرتا ہے (الایتہ) لیکن سنت کی دلیل، پس وہ حدیث ابن دیلمی کی ہے جس کا ذکر شارحین کی تشریح کے سمیت گزرچکا ہے اوراس کے مضمون کے مطابق محدثون نے فرمایا تھا جیسے کہ مازری مہلب حافظ ابن حجر ابن عبدالبر اور اسی کے مضمون کے مطابق صحابہ میں سے بعض جلیل القدر علماء نے فتوی دیا تھا، ابی بن کعب، حذیفتہ،

ابن مسعود، زید بن ثابت، عمران بن حصین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جب کہ ان سے سوال قدر کے متعلق کیا گیا، پس انہوں نے اسی مضمون کے ساتھ جواب دیا کہ بیشک اگر اللہ تعالی زمین وآسمان والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ان کےلئے اوراگران پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے ان کےلئے بہتر ہوگی اور یہ حدیث رسول کریم ﷺ سے مرفوع ثابت ہوچکی ہے اور یہ بھی گزرچکا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق فرمایا تھا بیشک اس میں دلیل مخالف ہے مرجئہ اور مجرہ فرقہ پر اوراس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنتہ اوران کے شاگرد حافظ ابن قیم نے مفتاح دارالسہادۃ اور التبسیان فی اقسام اللہ فی القرآن میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے حافظ ابن قیم سے پسند کرتے

مفتاح دارالسعادۃ وفی التبیان فی اقسام اللہ فی القران ونقلہ الحافظ بن حجر مرتضیا لہ عن ابن القیم کما تقدم فلوکان غیر قابل للاحتجاج لما قال فیہ ماقال وحینئد فنسبتہ وقوع الظلم فی ذلک الی الباری سبحانہ وتعالی مما تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ومما یلیق نسبتہ الی الباری تعالی فالتسلیم لذلک والتفویض فیہ الی اللہ عزوجل ہو للائق بالسنی الذی یدعی انہ من اہل السنتہ فانہ سبحانہ مالک الامر کلہ القادر القاہر فوق عبادہ کل العالمین تحت قہرہ وتصرفہ یفعل فیہم مایشاء لارادلماقضاہوارادہ وارتضاہ لایسأل عما یفعل ویفعل مایشاء وقال العلامتہ ابن رجب فی شرحہ علی الاربعین الحدیث للنووی عندایرادہ حدیث یاعبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ فیکم محرما الحدیث یعنی انہ سبحانہ وتعالی منع نفسہ عن الظلم لعبادہ کماقال وماانا بظلام للعبید وقال تعالی وماللہ یرید ظلم للعاملین وقال

ہوئے نقل کیا ہے پس اگر یہ حدیث دلیل کے قابل نہ ہوتی تو یہ لوگ اس کے متعلق نہ کہتے جوانہوں نے کہا ہے اور اب ظلم کی نسبت اس کی طرف معاملہ میں اس سے اپنے پروردگار سے ڈرنے والے بندوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اوراس کی نسبت باری تعالی کی طرف حرام ہے پس اسے تسلیم کرلینا اوراس مسئلہ میں اللہ کی طرسونپ دینا ہی لائق ہے ایک سنی کےلئے جس کا یہ دعوی ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک امر کا مالک اپنے بندوں پر غالب وقادر ہے سارا جہان اس کے غلبہ وتصرت کے تحت ہے ان مین وہ جوچاہے کرے اس کے فیصلے ارادے اور پسندیدہ کام کو کوئی رد کرنیوالا نہیں اس سے اس کے کام کے متعلق سوال نہ ہوگا وہ جوچاہے کرتا ہے، اور علامہ ابن رجب حدیث کی کتاب اربعین نوویؒ کی شرح میں حدیث، اے میرے بندوں بیشک میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کیا ہے اور اسے تم پر حرام ٹھہرا، (حدیث) وارد کرنے کے موقع پر فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر ظلم کرنے سے اپنے نفس کو روک لیا ہے جیسے ارشاد باری ہے اور نہیں ہوں میں بندوں پر ظلم کرنے والا اور فرمایا اللہ تعالی نے، اور اللہ تعالی جانوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالی نے، بیشک اللہ تعالی رائی برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالی نے، اور جو بھی مومن ہوکر نیک کام کرے گا پس نہیں

تعالی ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وقال تعالی ومن یعمل من الصالحات وہو مومن فلایخاف ظلما ولاہضما فہضم ان ینقص من حسناتہ والظلم ان یعاقب بذنوب غیرہ ومثل ہذا کثیر القران وہو مما یدل علی ان اللہ قادر علی الظلم ولکن لایفعلہ جوداوکرما واحسانا الی عبادہ وقد فسر کثیر من اہل العلم الظلم بانہ وضع الاشیاء فی غیر موضعہا واما من فسرہ بالتصرف ملک الغیر بغیر اذنہ وقد نقل نحوہ عن ایاس بن معاویۃ فانہم یقولون ان الظلم مستحیل علیہ سبحانہ وتعالی غیر متصور فی حقہ لان کل مایفعلہ فہو تصرف فی ملکہ وبہذا ذلک اجاب ابوالاسود الدولی لعمران بن حصین حین سألہ عن القدر واخرج ابوداود وابن ماجتہ من حدیث ابی سنان عن وہب بن خالد الحمصی عن امین الدیلمی انہ سمع ابی بن کعب رضی اللہ عنہ منکہ یقول ان اللہ لو عذب اہل سموتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرا لہم

ڈرے گا وہ ظلم ونقصان سے پس ہضم کی تعریف یہ ہے اسکی نیکیاں کم کردی جائیں اور ظلم یہ ہے کہ غیر کے گناہ کے جرام میں اسے سزادی جائے اور ایسی آیات قرآن میں بہت ہیں اوروہ آیات دلائل سے ہیں جوکہ دلالت کرتے ہیں کہ بیشک اللہ ظلم پر قادر ہے لیکن یہ فعل وہ کرم سخاوت اوراپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے نہیں کرے گا اور تحقیق اکثر اہل علم نے ظلم کی تعریف کی ہے، چیز کا اس کے محل کے بغیر کسی دوسرے محل پر کرکھنا اور لیکن وہ انسان جس نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ غیر کے ملک میں اس کے اذن

کے بغیر تصرف کرنا یہ تعریف الیاس بن معاویہ لوگوں سے منقول ہ ے پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ بیشک ظلم اللہ پر محال ہے اسکے حق میں اس کا تصور ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ جو بھی کریگا پس وہ اپنے ملک میں تصرف ہوگا اور ابوالاسوودوی نے بھی عمران بن حصین کو بھی اسی طرح کا جواب دیا تھا جب کہ اس نے اس سے تقدیر کے متعلق دریافت کیا تھا اور امام ابوداوداورابن ماجہ حدیث لائے ہیں ابی سنان راوی ہیں وہب بن خالد حمصی سے وہ ابن دیلمی سے کہ اس نے ابی بن کعب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بیشک اگر اللہ تعالی اپنے زمین وآسمان والوں کو عذاب تو وہ ان کو عذاب دے گا حالانکہ وہ ظالم نہ ہوگا اوران پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے اجرو

من اعمالہم وانہ اتی ابن مسعود نسالہ فقال لہ مثل ذلک ثم اتی زید بن ثابت فحدثہ عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم بمثل ذلک وفی ہذا الحدث وہب بن خالد لیس بذاک المشہور بالعلم وقد یحمل علی انہ لواراد تعذیبہم لقدر علیہم مایرید تعذیبہم بہ فیکون غیر ظالم حینئذ لکونہ خلق افعالہم وفیہا الظلم ولایقتضی وصفہ سبحانہ وتعالی بالظلم کمالایوصف سائر القبائح التی یفعلہا عبادہ وہی خلقہ وتقدیرہ فانہ لایوصف بانعال عبادہ فان افعال عبادہ من مخلوقاتہ ومفعولاتہ وہولایوصف بشی منہا وانما یوصف بماقام بہ من صفاتہ وانعالہ انتہی کلام ابن رجب رحمہ اللہ تعالی بلفظہ ولکن قولہ فی اسناد حدیث بن الدیلمی وہب بن خالد الحمصی ولیس بالمشہور بالعلم فقال الحافظ بن حجر فی التقریب وہب بن خالد الحمیری ابو خالد ثقۃ من المالعۃ وقال فی الخلاصۃ وثقہ ابن معین وابن ابی حاتم واخرج لہ ابو

افضل ہوگا اور ابن الدیلمی نے ابن مسعود سے جاکر پوچھا انہوں نے ویسے ہی کہا پھر وہ زید بن ثابت کے پاس گیا تو انہوں نے اس طرح رسول کریم ﷺ کی حدیث بیان کی اور اس حدیث میں وہب بن خالد راوی علم میں قدرے سے مشہور نہیں ہے اور اسے اس پر حمل کیا جائے گا اگر وہ ان کی تعذیب کا ارادہ کرے تو وہ اپنے ارادہ تعذیب پر قادر ہے پس وہ ظالم نہ ہوگا اس وقت واسطے اس کے بندوں کے افعال کا خالق ہونے کے لئے اوران کے افعال میں سے ایک ظلم بھی ہے اور تمام کاموں کا خالق ہونا یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ ظلم اس کی صفت ہے، جیسے اور دوسرے کام جن کو اس کے بندے کرتے ہیں اور وہ کام اللہ کی قدرت میں ہیں اور اس کی مخلوق ہیں اس کی صفت نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالی صرف اپنے افعال سے متصف ہے اپنے بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے کیونکہ بندوں کے افعال تو اس کے مخلوق ومفعول ہیں اور وہ تو صرف ان صفات وافعال کے ساتھ موصوف ہے جن کے ساتھ وہ قائم ہے ابن رجب کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوا اور لیکن ابن رجب کا ابن الدیلمی والی حدیث، حدیث کے راوی وہب بن خالد حمصی کے متعلق کہنا کہ وہ علم کے ساتھ مشہور نہیں (اس نظر میں ہے) حافظ بن حجر تقریب میں فرماتے ہیں، وہب بن خالد حمیری ابوخالد ثقہ ہے ساتوں طبقہ کا انسان ہے اور (خلاصہ) میں فرماتے ہیں، اسے ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے

داودوالترمذی وابن ماجہ وثقہ ابوداودوسعید بن سنان الکوفی البرجمی بضم الجیم بینہاراء ساکنۃ ابو سنان الکوفی الاصغر نزیل قزوین وثقہ ابن معین وابن ابی حاتم کذافی الخلاصۃ وقداجاب ابوالاسود الدیلمی حین سأل عمران بن حصین عن القدر کما فی صحیح مسلم- فقال اعمران بن حصین ارایت مایکدح الناس الیوم ویعلمون ابشی قضی علیہم ومضی فیہم من قدر سبق اوفیما یستقبلون مما اتاہم بہ نبیہم وثبتت علیہم الحجۃ فقال بل شی قضی علیہم وفیہم فقال لہ عمران بن حصین افلایکون ظلما فقال ابوالاسود ففزعت من ذلک فزعا شدیدا فقلت کل شی خلق اللہ وملک یدہ لایسأل عما یفعل وہم یسألون قال ابوالاسود فقال لی عمران بن حصین یرحمک اللہ لم اردبما سألتک الاحرز عقلک ثم ذکر عمران بن حصین الحدیث فاقرار عمران بن حصین ابا الاسود علی

ثقہ بتایا ہے اور اس حدیث کو امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ لائے ہیں اور ابوداود نے اسے ثقہ بتایا ہے اور سعید بن سنان کوفی برجمی (جو اس روائیت ہے) جیم کے ضمہ کے ساتھ اور ضمہ باء کے ساتھ باء اور جیم کے مابین راء ساکنہ ہے یہ ابوسنان کوفی اصغر قزدوین میں کوچ کر آیا تھا اسے ابن معین اور ابن ابی حاتم نے ثقہ بتایا ہے خلاصہ میں بھی اسطرح ہے اور ابوالاسوددوی نے عمران بن حصین کو جواب دیا تھا جب کہ اس سے دریافت کیا تھا جیسے کہ صحیح مسلم شریف میں ہے عمران بن حصین نے کہا کہ آج کل لوگ کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور دوسرے کام کرتے ہیں ان کے متعلق خبر دو اور حکم جاری ہوچکا ہے یا یہ وہ کام ہیں جو یہ کریں گے جو ان کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام ان کے پاس لائے اور ان پر دلیل ثابت ہوگئی پس ابوالاسوددوی نے جواب دیا بلکہ یہ ان کاموں سے ہیں جن کا فیصلہ ہوچکا ہے اور جن کے متعلق گزر چکا ہے، عمران بن حصین نے کہا کیا یہ ظلم نہ ہوجائیگا ابوالا سوددوی کہتا ہے کہ میں اس بات سے سخت گھبرا گیا پس اسلئیے میں نے کہا ہر چیز اس کو مخلوق اور اس کا ملک ہے اس کے سوال سے نہ کیا جائیگا ان لوگوں کے کاموں سے سوال ہوگا ابوالاسود کہتا ہے مجھے عمران نے کہا میں نے تو صرف اپنے سوال سے تیری عقل کو آزمانے کا ارادہ کیا تھا پھر عمران بن حصین کا اقرار کرنا جب کہ اس نے وہ سنی جو اس کی سمجھ میں آگئی کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کا

مافہم بقولہ کل شی خلق اللہ وملک یدہ لَایُسۡئَلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَہُمۡ یُسۡئَلُوۡنَ فہذاالحدیث ایضا مما یقوی حدیث ابن الدیلمی علی فرض ضعفہ والافقد تبین لک مما ذکرنا من حال رجال اسنادہ انہ حدیث قابل للاحتجاج بہ کماقالہ الحافظ بن حجر کما تقدم وفی الحدیث رد علی المرجئۃ والقدریۃ وذکرہ ابن القیم کما تقدم فی مفتاح دارالسعادۃ وفی التبیان فی اقسام اللہ عزوجل فی القران وعلی فرض ضعفہ فالحدیث الواردفی القدر یزیدہ قوۃ لقومہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم وان تومن بالقدر خیرہ وشرہ المروی فی مسلم وغیرہ المروی فی مسلم وغیرہ والایات القرانیۃ کقولہ تعالی لاَیُسۡئَلُ عَمَّا یَفۡعَلُ و یَفۡعَلُ اللہُ مَا یَشَاءُ کما اجاب ابوالاسودالدئلی لعمران بن حصین وقولہ تعالی ان اللہ علی کل شی قدیر فکل ماذکر مما یقوی حدیث بن الدئلی وقدتقدم انہ صرح بمضمونہ المزری والمہلب وابن عبدالبر والحافظ بن حجر دعاء عمران بن حصین

ملک ہے نہیں سوال ہوگا اس کے کام سے لیکن لوگوں سے ان کے اعمال کا سوال کیا جائیگا، پس یہ حدیث بھی ان دلائل سے ہیں جو ابن الدیلمی کی حدیث کو تقویت دیتے ہوئے اس کے رجال کے ضعف کو تسلیم کرتے ہوئے ورنہ جو ہم نے اس حدیث کے رجال کے متعلق بیان کیا ہے اس سے آپ کےلئے ظاہر ہوچکا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے جیسے کہ ابن حجر نے کہا ہے جیسے مذکور ہوچکا ہے کہ اس حدیث میں رد ہے المرجئہ اورقدریہ کا اوراسے ابن قیم نے بھی ذکرکیا ہے جیسے کہ مفتاح دارالسعادۃ اورالتبیان فی اقسام اللہ میں گزرچکا ہے اوراس حدیث کے ضعف کو تسلیم کرنے پر بھی پس وہ حدیث جو تقدیر کے متعلق مراد ہے اسے قوت زیادہ کرتی ہے فرمان رسول ﷺاور یہ کہ اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے، مسلم شریف میں آتی ہے اور دوسری احادیث اور آیات قرآنیہ بھی شاہد ہیں جیسے کہ اللہ تعالی کا قول، اس کے کام سے سوال نہیں کیا جائیگا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسے کہ ابوالاسوودوی نے عمران بن حصین کو جواب دیا اوراللہ تعالی کا فرمان بیشک اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے پس مذکورہ دلائل میں سے ہر ایک ابن الدیلمی والی حدیث کو تقویت پہنچاتا ہے اوریہ گزرچکا ہے کہ اسی حدیث کے مضمون کے ساتھ تصریح فرمائی ہے مازری مہلب ابن عبدالبر اور

لابی الاسود بقولہ رحمک اللہ حیث عرف صحۃ جوابہ فلوکان جواب ابی الاسود علی عمران بن حصین لمادعالہ والحصل ان حدیث ابن الدیلمی المروی فی سنن ابی داود ومسند الامام احمد وسنن ابن ماجہ حدیث قابل للاحتجاج بہ فان اقل درجاتہ حدیث حسن لغیرہ وہو مما یحتج بہ کما ہو مقرر فی علم مصطلح الحدیث وقد نظم معناہ الامام احمد بن رسلان شارح ابی داود فی سبع مجلدات وتلمیذہ الحافظ بن حجر رحمہ اللہ تعالی بقولہ۔

قال شارح ہذہ المنظومۃ وہو العلامۃ المحقق عبدالروف المناری ای ولہ سبحانہ وتعالی عقاب من اطاعہ من عبادہ المومنین بفعل المامورات ورفض المنہیات کما لہ ان یثیب من عصاہ وان یولی علیہ ای یوتیہ

حافظ ابن حجرؒ نے اور عمران بن حصین کا ابوالاسوودوی کےلئے دعا کرنا جب کہ اس نے اس سے صیح جواب پایا پس اگر ابوالاسود کا جواب عمران بن حصین کے خلاف ہوتا تو وہ اس کے لئے دعانہ کرتے اور حاصل کلام یہ ہے کہ ابن الدیلمی کی حدیث جو سنن ابی داود، مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں آتی ہے وہ قابل حجت حدیث ہے پس کم ازکم اس کا درجہ حسن لغیرہ کا ہے اور وہ قابل حجت ہے جیسے کہ یہ قاعدہ علم اصطلاح حدیث میں ثابت ہے ابی داود کے شارح احمد بن رسلان اوران کے شاگرد حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے معنی کو تقریبا سات کتابوں میں ان اشعار کے ساتھ نظم بنایا ہے

لہ عقاب من اطاعہ یثیب من عصاہ ویولی نعما

کذالہ ان یولم الاطفالا ووصفہ بالظالم استحالا

۱:۔ اسےاپنے مطیع کو سزادینے کا حق حاصل ہے جیسے کہ وہ اپنے عاصی کو ثواب اور نعمتوں کا والی بنا سکتا ہے

۲:۔ اسی طرح اس کا حق ہے کہ بچوں کو درد پہنچائے اوراسے ظالم کے ساتھ موصوف کرنا محال ہے،

اس نظم کے شارح فرماتے ہیں اوروہ شارح علامہ محقق عبدالروف مناوی ہیں فرماتے ہیں یعنی اللہ سبحانہ تعالے کےلئے ہے کہ اپنے بندوں میں سے مومن اور مطیع کو عذاب دے مامور کاموں کے کرنے سے اور منہی اشیاء سے رکنے سے اس نے اطاعت کی ہو جیسے کہ اسے حق ہے کہ اپنے عاصی

نعما كثيرة عظيمة لانه ملكه يتصرف فيه كيف يشاء لكن لايقع منه ذلك لاخباره سجانه وتعالى باثابة المطيع وتعذيب العاصى وقول المعتزلة الغرمز من التكليف التعرض للثواب من الله عزوجل بدليل قوله تعالى ومن يطع الله ورسوله يدخله تجرى من تحتها الانهاروالاضراربدون استحقاق ولامنفعة ظلم ردبانه لايعقل استحقاق النعيم من الدائم بجرد كلمة ولاالعذاب الشديد بجرد شرب حدعة من خمر فالثواب انما هوفضل الله عزوجل وقدوعد المطيع بالثواب فهو يفى به غير وجوب عليه لان الخلف فى الوعيدلايعد نقصابل كرمايتمدح به كمادل عليه قوله وكذاله ان يولم الاطفالاى والدواب من غير جرم سابق ولاثواب لاحق ومعنى كونه انه جائز عقلا خلانا للمعتزلة حيث لم يجوزوه الابعوض جرم

کوثواب دے اوراسے نعمتوں کا والی بنائے یعنی اسے بے بہا نعمتیں دے کیونکہ وہ اس کا ملک ہے وہ اس میں کیسے چاہے تصرف کرے لیکن یہ کام اللہ سے واقع نہ ہوگا کیونکہ اس نے مطیع کوثواب دینے اورعاصی کوعقاب دینے کی خبر دی ہے اور معتزلہ کا یہ قول کہ بندوں کوتکلیف دینی کاموں کی اس سے غرض اللہ تعالی کی طرف ثواب کےلئے پش کرنا ہے اللہ تعالی کے اس قول کیوجہ دلیل اورجو بھی اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرے گا خدا تعالی اسے ان باغات میں داخل کریں گے جن کے تحت نہریں جاری ہیں اور تکلیف دینی بغیر مستحق اور نفع کے تو ظلم ہے، مردود ہے کیونکہ خالی ایک کلمہ شہادت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ نعیم میں رہنا غیر معقول ہے اوراسطرح مجرد ایک گھونٹ شراب کاپینے کی وجہ سے عذاب شدید معقول ہے پس ثواب دینا محض اللہ کا فضل وکرم ہے اور تحقیق اس نے مطیع کووعدہ دیا ہے پس وہ اپنے وعدہ کو پورا کریگا اس پر واجب نہیں ہے اورڈاٹٹ میں وعدہ خلافی کرنا یہ تو کوئی نقص نہیں ہے بل اس کے ساتھ وہ ممدوح ہے جیسے کہ اس پر شاعر کا یہ قول : اوراس طرح سےاپنے بچوں کو دردپہنچانے کا حق حاصل ہے اورچارپاوں کو سوائے کی سابق جرم اورنہ ثواب لاحق کے بغیراوراس کے ہونیکا معنی یہ ہے کہ عقلا یہ جائز ہے معتزلہ کے خلاف ہے جبکہ انہوں نے اسے جرم کے عوض کے بغیر جائز نہیں رکھا۔

ومن ثم اربواان يقتص من بعض الحيوان لبعض وحسبك فى الرد عليهم مايشاهدمن انواع البلايابالاطفال والحيوان من الالام والذبح والعقروغيرهاوليتقدم منها جرم وقولهم انه يحشرهاويجازيهاامافى الموقف اوفى الجنة بان يدخلهافى صورة حسنة يلتذاهلها برويتها اوجنة تخصها على اختلاف بينهم فى ذلك ردبان ذلك لايوجبه العقل وان جوزوه ولم يردبه السمع حتى يصلح مستندا للقطع بوقوعه فلايجوزالجزم به وما وردمن الاقتصاص من القرناء للجماء لايمنعه العقل لكن لايوجبه لانه خبراحادوهوغير مفيد للقطع لان القطع هوالمعتبرفى العقائد- ولما كان ربما يتوهم من تعذيب المطيع وايلام من لاذنب له انه ظلم صريح باستحالته عليه سجانه وتعالى فقال ووصفه بالظالم استحالاسمعاوعقلااما السمع فمالايحصى نحوقوله تعالى ان الله

اوراسی وجہ سے انہوں نے بعض حیوان کا بدلہ بعض سے لے کر دینا واجب کیا ہے اوران کی تردید کےلئے تیرےلئے یہی چیز کافی ہے کہ جنکا مشاہدہ کیا جاتا ہے بچوں اور حیوانات کو قسما قسم کی مصیبتوں سے دردذبح کرنا اور کونچیں کاٹنا اور دوسری مصائب، اور حالانکہ ان سے کوئی پہلے جرم صادر نہیں ہوااور معتزلہ کا یہ قول کہ اللہ تعالی ان کو اٹھائے گا اوران کے کام کا بدلہ دے گا یا تو خدا کے سامنے کھڑے ہونے کیوقت یا جنت میں ان کو اچھی صورت میں جنت میں داخل کرنے کے ساتھ جن کو دیکھ کران کے ملک خوشی اورلذت محسوس کریں گے یا ان کےلئے کوئی خاص جنت ہوگی یہ مسئلہ انہی کے آپس کے اختلاف کے لحاظ پر ہے اوراس کی تردیداس طرح کی گئی ہے کہ اس نے عقل جائز نہیں رکھتی۔ اگرچہ انہوں نے اسے جائز رکھا ہے اور پھر اس کوسنا بھی نہیں گیاتاکہ اس کے یقینی وقوع کےلئے دلیل ثابت ہوپس اس لئے اس کے ساتھ پختگی کرنی جائز نہیں اورجو احادیث بعض حیوانوں کے بدلہ سینگ کے بارے میں واردہوئی ہیں انہیں عقل منع نہیں کرتی لیکن اسے واجب بھی نہیں ٹھہراتی کیونکہ وہ خبر احادہیں اورخبر احادیقین کےلئے مفید نہیں ہے کیونکہ عقائد میں یقین ہی معتبرہ ہے، اورجب کہ بعض اوقات اللہ تعالی کے مطیع کو عقاب اور بے گناہ کوتکلیف دینے سے ظلم معلوم ہوتا ہے اس لئے اس نے ظلم کا اللہ کے ساتھ بحال ہونا کہہ دیا پس اس نے کہا کہ اللہ کی صفت ظالم محال ہے، کتاب سنت سے سننے اور عقل

لايظلم مثقال ذرة ان اللهلايظلم الناس شيئا وماربك بظلام للعبيديا عبادى انى حرمت الظلم على واما عقلافلان الظلم ارتكاب منهى- ولا يتصور

اللہ عزوجل لانہ تعالی مالک الامور کلہا یفعل مایشاء فلاظلم فی التعذیب ولاایلام فرضا ولانہ وضح الشی فی غیر محلہ وذلک مستحیل علی المحیط بکل شیء علماومنہ عرف انہ سجانہ وتعالی اوجدالاشیامرتبۃ ترتیبا بدیعا لایتحول عن ذلک الترتیب لعدم التحویل والتبدیل العلم والتقدیرلانہ لاقدرۃ لہ علی التحویل والتبدیل والالزم خروج بعض الممکنات عن حین قدرتہ وذلک عجز تعالی اللہ عن ذلک فثبت استحالۃ وصفہ سجانہ وتعالی بالظلم وان انعالہ واقعۃ علی وفق الحکمۃ انتہی کلام العلامۃ عبدالروف المنادی فی شرحہ علی منظومۃ بن رسلان فی العقائد والفقہ- وقال ابن ابی شریف الحنفی فیشرحہ المسمی بالمسایرۃ علی المسامرۃ لابن الہمام فی علم العقائد واعلم

کے لحاظ سے سننا تو بیشمار ہے جیسے کہ اللہ تعالی کا یہ قول بیشک اللہ تعالی ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا بیشک اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور تیرا پروردگار اپنے بندوں

کےلئے ظالم نہیں ہے، اے میرے بندوں میں نے ظلم کواپنے نفس پر حرام کرلیا ہے (حدیث) اورلیکن عقلی لحاظ سے کیونکہ ظلم منہی کام کا ارتکاب ہے اور

اللہ عزوجل سے اسکا تصور بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ اللہ تعالی تمام امور کا مالک ہے جوچاہتا ہے کرتا ہے پس عذاب اوردردفرضی طورپر تسلیم کرلینے میں کوئی ظلم نہیں اوراس لئے کہ ظلم چیز کواپنے محل کے غیر میں رکھنے کوکہتے ہیں اوریہ کام اس ذات کےلئے محال ہے جس نے ہرچیز کو علم کے لحاظ سے گھرا ہوا ہے اوراس سے معلوم ہوگیا کہ بیشک اللہ تعالی نے اشیاء کوبڑی عمدہ ترکیب میں مرتب فرمایا ہے وہ اس ترتیب کوتبدیل نہ کرے گا اورنہ ہی پھرے گا کیوں کہ اس کے علم وقدرت میں تبدیل و تحویل غیر موجود ہے ورنہ بعض ممکنات کا اس کی قدرت کے احاطہ سے خروج لازم آئیگا اوریہ عاجزی ہے اللہ اس سے بلندوبرتر ہے پس ثابت ہوگیا کہ اللہ کی صفت ظلم لانا محال ہے اوراس کے افعال حکمت کے موافق واقع ہوتے ہیں علامہ عبدالروف مناوی کا کلام ابن رسلان کے فقہ وعقائد والی نظلم کی شرح والی ختم ہوئی، اورابن ابی شریف حنفی اپنی مسایرہ نامی کتاب جوکہ علامہ ابن الھمام کی کتاب مسامرہ عقائد کے علم میں شرح ہے اس میں فرماتے ہیں اورجانورکے جب احناف نے محال سمجھا کہ اللہ تعالی تکلیف

ان الحنفیۃ لما استحالو علی اللہ عزوجل تکلیف مالایطاق فہم ای الحنفیۃ لتعذیب المطیع الذی استغرق عمرہ فی الطاعۃ حال کونہ مخالفا لھوی نفسہ فی رضا مولاہ وسببہ امنع ای فالحنفیۃ لتعذیب المطیع المومن الذکورای انہ اولی بالمنع من تکلیف مالایطاق فہم ای الحنفیۃ مخالفون للاشاعرۃ فی ذلک القائلین بان لہ سبحانہ وتعالی علی ما مر تقریرۃ قال اللہ تعالی لایسال عما یفعل ثم منع الحنفیۃ ذلک بمعنی انہ لایجب علیہ ترکہ کما تقول المعتزلۃ بل بمعنی انہ سبحانہ وتعالی یتعالی عن ذلک لانہ غیر لائق بہ فھومن باب التنزیہات اذالتسویۃ المسی والمحسن امر حسب الذین اجتر حوالسیات ان تجعلھم کالذین امنواو عملواالصلحت سواء محیاہم ومماتھم فجعلہ تعالی ای جعل حکمیھم باھم کالذین امنواو عملواالصلحت فی استواء حیاتھم فی البہجۃ والکرامہ حکما سیأایقیجا وہذاالذی ذکرہ المصنف فی التجویزای تجویزالوقوع

مالایطاق دے پس اس لئے وہ احناف اشاعرہ کے مخالف ہیں جوکہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی مطیع کوعقاب اورعاصی کوثواب دے سکتا ہے اوریہ اس کا ظلم نہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالی سے ظلم کا صدورمحال ہے جیسے کہ ان کی تقریر ہوچکی ہے مثلا اللہ تعالی کا قول نہیں سوال کیا جائیگا اس کے کام سے پھر احناف نے اس معنی کو منع کیا ہے کہ اللہ پر اس کا ترک واجب ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے، بلکہ یہ کام اسے لائق نہیں پس یہ تنزدیہات کے قبیل سے ہے کیونکہ برے اورخوداللہ تعالی نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ قبیح ہے جہاں کے اللہ نے فرمایا ہے کیاخیال کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے برے اعمال کئے کہ ہم ان کوایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کی طرح کردیں کہ ان کا مرنا اورجینا برابر ہوجائے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں وہ بہت برا ہے پس اللہ تعالی نے ان کے حکم کہ مومنوں اور نیک اعمال والوں کے ساتھ بھجت اور بزرگی میں برابر ہوجائیں، کوبرا حکم ٹھہرایا ہے یعنی قبیح حکم اوریہ جومصنف مسامرہ (ابن ھمام) نے اللہ کا محسن کوعذاب دینے کوجواز کا ذکر کیا ہے یا توغفلی طورپر ہے، اورنہ جائز کرنا ذکر فرمایا ہے اوریا پھر وقوع اس کا یعنی اس کا وقوع اللہ تعالی سے پس اس کا نہ ہونا یقینی ہے اتفاقا، فرق صرف اتنا ہے کہ اشاعرہ کے ہاں تواس کا وقوع اللہ تعالی کے وعدہ کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ تعالی اپنی

ای وقوع ذلک منہ فمقطوع بعدمہ منہ سبحانہ وتعالی وفاقا غیرانہ عندالاشاعرۃ للوعد بخلافہ فانہ سبحانہ وتعالی وعدفی الکتب المعتزلۃ وعلی السن رسلہ باثابۃ المطیع ای ووعدہ حق لاخلف فیہ وعند الحنفیۃ لذلک الوعد والقبح خلافہ ای خلاف الموعودمن الاثابۃ وقدتقدم ان محل الاتفاق فی الحسن والقبح العقلیین ای ادراک العقل قبح الفعل ای صفۃ النقص وحسنہ بمعنی صفۃ الکمال وکثیرا مایذہل اکابرالاشاعرۃ عن ذلک النزاع فی مسالتی التحسین والتقبیح لکثرۃ مافی انفسھم انہ لاحکم للعقل بقبح ولاحسن فذہب لذلک عن خاطرہم محل الاتفاق وہوالحسن بمعنی صفۃ الکمال والقبح بمعنی النقص انتہی کلام ابن ابی شریف فی المسایرہ مع شرحہ المسمی بالمسایرۃ۔

لکن قول الحنفیۃ لانہ خلاف الموعودیعنی لانہ وعد سبحانہ وتعالی اہل طاعتہ بالثواب واہل المعاصی بالعقاب فوعدہ تعالی صدق لاخلف فیہ فہذاالقول من الحنفیۃ صحیح من ان وعدہ

منزل کتابوں اوررسولوں کی زبانوں سے وعدہ فرمایا کہ وہ مطیع کوثواب دے گا اوراللہ کا وعدہ حق ہے اس میں خلاف نہیں ہے اورحناف کے ہاں وعدہ خلافی کےلئے وقوع معدوم ہے اوراللہ کے برابری کوقبح سمجھنے کےلئے کیونکہ وعدہ توثواب کا دیا گیا ہے اور تحقیق گزرچکا ہے کہ عقلی حسن وقبح کا محل اتفاق، یعنی عقل کا فعل کے نقص کوپالینا یعنی اس کے نقص کو پالینا مرادہے اوراس فعل کے حسن کوپالینا اس مراداس کی صفت کمال کوپالینا ہے اوراکثردفعہ بڑے بڑے اشاعرہ تحسین وتقبیح کے جھگڑے میں غفلت سے کام لیا ہے کیونکہ ان کے نفوس میں عام طورپر یہ چیز ہے کہ عقل کواشیاء کے حسن وقبیح میں کوئی حکم نہیں پس اس وجہ سے ان کے دلوں سے محل اتفاق نکل گیا اوروہ ہے جن صفت کمال کے معنی میں ہے اورقبح نقص کے معنی علامہ ابن ابی شریف کا کلام علامہ ابن ھمام کی کتاب مسامرہ کی شرح مساہرہ میں ختم ہوگیا، لیکن حنفیہ کا یہ کہنا کہ ظلم کا وقوع معدوم ہے کیونکہ یہ موعود

کے خلاف ہے یعنی اللہ تعالی نے مطیع کے ثواب اور عاصی کے عقاب کا وعدہ فرمایا ہے پس اللہ کا وعدہ سچا ہے اس میں خلاف نہیں ہے پس یہ احناف کا قول بالکل صحیح کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے

تعالی صدق لاخلف فیہ لکن لیس تمام ذلک بواجب علیہ تعالی بل بمحض الفضل والکرم لا بمعنی الوجوب کما تقولہ المعتزلۃ لانہ لایجب علیہ لاحد شی فلوعذب جمیع عبادہ الطائعین والنعم علی العاصین فعدل منہ ولایوصف بالظلم بذلک لان الجمیع ملک یدہ وتحت قہرہ یفعل فیہم مایشاء لایسال عما یفعل ولکنہ قداخبر انہ لا یفعل ذلک فضلا منہ واحسانا الی عبادہ المومنین لاان ذلک واجب علیہ سبحانہ وتعالی کما تقولہ المعتزلۃ اذلایجب لاحد علیہ شی فالنجاۃ من العذاب والفوز بالجنۃ انما ہو رحمۃ اللہ عزوجل لا بالاعمال واما قولہ فذہب عن خاطر الاشاعرۃ محل الاتفاق وہوا لحسن والقبح بمعنی صفۃ الکمال و صفۃ النقص فالجواب ان الاشاعرۃ لایمیلون الی ہذہ القاعدۃ وکذا المحققون من الحنفیۃ وانما یمیل الیہا من الحنفیۃ من وافق رایہ رای المعتزلۃ قال العلامۃ العینی فی شرحہ علی البخاری فی باب قول اللہ عزوجل ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین حیث ذکر

اس میں خلاف نہیں، بلکہ محض اس کے فضل وکرم کے ساتھ ہے نہ کہ وجواب کے معنی کے لئے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کے لئے کوئی شئ واجب نہیں ہے پس اگر وہ اپنے تمام مطیع وفرمان بردار بندوں کو عذاب کرے اور عاصیوں پر انعام کرے پس یہ اس کا عدل ہوگا اور وہ ظلم کے ساتھ موصوف نہ ہوگا اس وجہ سے کیونکہ ہر ایک چیز اس کے دست قدرت کا ملک اور اس کے تسلط میں ہے ان میں جو چاہے کرے لیکن اس نے خود ضروری ہے کہ وہ ایسے کرے گا نہیں اپنے مومن بندوں پر فضل اور احسان کرتے ہوئے نہ یہ کہ اس پر واجب ہے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کے لئے کوئی شئ واجب نہیں ہے پس عذاب سے نجاۃ اور جنت سے کامیابی پانا صرف اللہ کے فضل کیوجہ سے ہے نہ کہ اعمال کیوجہ اور لیکن ابن ابی شریف کا کہنا، کہ اشاعرہ کے دل سے محل اتفاق چلاگیا ہے یعنی حسن وقبح صفت کمال اور نقص کے ساتھ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اشاعرہ اس قاعدے کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے، اور اسطرح احناف سے محقق علماء بھی نہیں مائل ہوتے، اور حنفیہ سے تو صرف وہی لوگ اس قاعدے کی طرف مائل ہوتے ہیں جو معتزلہ کہ موافق ہوتے ہیں علامہ عینی اپنی بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں اللہ کے قول اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ والے باب میں جہاں کے امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے

البخاری حدیث واما النار فان اللہ ینشئی لہا من یشاء الی یخلق لہا ویوجرلہا

وقال القابسی المعروف فی ہذا الحدیث ان اللہ ینشئی للجنۃ واما النار فیضع فیہا قدمہ قال ولا اعلم فی شئ من الاحادیث ینشئی للنار خلقا کما فی مسلم وقیل ہذا وہم من الرادی اذتعذیب غیر الواصی مخالب لکرم اللہ عزوجل بخلاف الانعام علی المطیع قال الکرمانی ولا محذورفی تعذیب اللہ عزوجل من لا ذنب لہ اذالقاعدۃ القابلۃ بالحسن والقبح المقلیین باطلۃ فلوعذب اللہ المطیع لکان عدلا والانشاء للجنۃ لاینا می الایشاء للنار واللہ یفعل مایشاء فلاحاجۃ الی الحمل علی الوہم انتہی کلام العینی بلفظہ۔

وقال العلامۃ المحقق علی القاری فی شرح المشکوۃ کما تقدم فی الحدیث ارشاد عظیم لاذالۃ ماطلب منہ لانہ یہدم قاعدۃ الحسن والقبح العقلیتین انتہی۔ ویمثل ذلک ذکر ابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی سنن ابن ماجۃ کما تقدم فی شرحہ حدیث ابن الدیلمی السابق صریح ایضاء اللہ اعلم وحدیث

اور لیکن آگ پس اللہ تعالی اس کے لئے جن کو چاہتا ہے پیدا کردیتا ہے یعنی اس کے لئے ان کو موجود کردیتا ہے (حدیث) فرماتے ہیں، کہ کہا قابسی نے کہ مشہور تو اس حدیث میں یہی ہے کہ بیشک اللہ تعالی پیدا کرے گا جنت کے لئے اور لیکن آگ اس میں اللہ تعالی اپنا قدم مبارک رکھیں گے وہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آگ کے لئے مخلوق کو پیدا کیا گیا ہو جیسے کہ مسلم شریف میں ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ مطیع کو عذاب دینا اللہ عزوجل کے کرم کے منافی ہے بخلاف انعام کرنے کے مطیع پر کرمانی کہتا ہے اللہ تعالی کے بیگناہ کو عذاب دینے میں کوئی ڈر نہیں کیونکہ حسن وقبح عقلی کو قبول کرینوالا باطل ہے پس اگر اللہ تعالی مطیع کو عذاب دے تو انصاف ہوگا اور جنت کے لئے پیدا کرنا آگ کے لئے پیدا کرنے کے مخالف نہیں ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے پس اسے راوی کے وہم پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں علامہ کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوا اور علامہ محقق ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں، جیسے گزرچکا ہے کہ حدیث میں اس کے مطلوب کے لئے بڑی راہنمائی ہے کیونکہ یہ عقلی حسن وقبح کے قاعدہ کو منہدم کردیتا ہے (ختم ہوا کلام) اور اس طرح علامہ ابوالحسن سندھی نے ابن ماجہ کے حاشیہ پر فرمایا ہے جیسے دیلمی کی حدیث گزشتہ کی تشریح بھی صریح گزرچکا ہے اور اللہ زیادہ

ابن الدیلمی السابق مریح فی انہ لایجب لاحد من العباد علی اللہ شئ وکذلک الحدیث الواردفی القدروفیہ وان تومن بالقدرخیرہ وشرہ من اللہ ایضا فقد انتی بمضمون حدیث ابن الدیلمی ابی بن

کعب حذیفۃ و

عبداللہ بن مسعود و عمران بن حصین وصرح برفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ولم نقف ان احدا من الصحابۃ خالفھم فی ذلک وقد قال الحافظ بن حجر فی فتح الباری کتاب الاعتصام فیتبع فی النوازل الکتاب ثم السنۃ فاذالم یوجد فما قالہ الصحابۃ رضی اللہ عنھم اذھم بکتاب اللہ اعلم ونزل بلسانھم وقد وجد بحمداللہ فی ہذہ المسالۃ ماقالہ بعض الصحابۃ فلوکان لھم فی ذلک مخالف لنقل والاصل عدمہ فما افتی بہ المذکورون من الصحابۃ واعتقدوہ وارتضوہ لانفسھم ہو للائق بالاعتقاد وعدم الالتفات الی ماسواہ والایات القرانیۃ والاحادیث النبویۃ

عالم ہے اور ابن الدیلمی کی سابقہ حدیث اس معاملہ میں صریح ہے کہ بیشک بندوں میں سے کسی ایک کےلئے اللہ پر حق واجب نہیں ہے اور اس طرح تقدیر والی حدیث ہے اور اس حدیث میں بھی ہے کہ توبری اور بھلی تقدیر پر ایمان لائے اور ابن الدیلمی کی حدیث کے مضمون کے ساتھ ابی بن کعب۔ حذیفہ عبداللہ بن مسعود اور عمران بن حصین نے بھی فتوی دیا ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کے مرفوع ہونے کے ساتھ تصریح فرمائی ہے اور پتہ نہیں چلا کہ ان کی صحابہؓ سے کسی نے مخالفت کی ہو اور تحقیق الحافظ بن حجر بھی فتح الباری کتاب الاعتصام میں فرماتے ہیں کہ پس اتباع کرے انسان کتاب اللہ کی پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی پس جب یہ دونوں معدوم ہوں پس صحابہ کے اقوال (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کیوں کے وہ کتاب اللہ کو زیادہ جانتے ہیں اور انہی کی زبان میں اترا ہے، اور الحمداللہ اس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال پائے گئے ہیں، پس اگر ان کا کوئی اس معاملہ میں مخالف ہوتا تو ضرور منقول ہوتا، اور اصل معدوم ہی ہے پس جو مذکور صحابہؓ نے فتوی دیا ہے اور جس کے معتقد ہیں اور اپنےلئے جس کو پسند کیا ہے وہ اعتقاد کے لائق ہے اور اس کے علاوہ کسی چیز کی طرف التفات نہ کرنا اور قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ صریح ہیں کہ اللہ عزوجل کی مشیت اپنے تمام ارادوں میں ہے

المصرحتبان المشیۃ للہ عزوجل فی جمع مایرید تویدحدیث ابن الدیلمی وتقویۃ علی فرض عدم صلاحیۃ للاحتجاج والافقد تقدم انہ قابل للاحتجاج بہ واللہ عزوجل اعلم۔

واما قول بعضھم ان اہل السنۃ فرقتان فغیر خائف ان اہل السنۃ ہم المتمسکون بما صح فی کتاب اللہ عزوجل وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وماجاء عن الصحابۃ رضی اللہ عنھم ولاالتفات الی ماخالف ذلک۔ وان حل قدرہ فانہ لیس لھم فی ذلک الامفاہیم فہوایلست بحجۃ فی مقابلۃ النص الصریح فی القران والحدیث بان المشیۃ للہ عزوجل فی جمع مایریدہ فالواجب علی من یزعم انہ من اہل السنۃ العمل بما صح فی کتاب اللہ وسنۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والقیام بمایجب للہ عزوجل وانہ یفعل مایشاء لانہ مالک الامر علی الاطلاق بیدہ الملک لامانع لما اعطی ولا معطی لما منع ولا

ابن الدیلمی کی حدیث کی تائید کرتی ہے اور اس کو تقویت پہنچاتی ہیں اگر بالفرض اس حدیث کو قابل احتجاج تسلیم کریں ورنہ گزر چکا ہے کہ یہ قابل احتجاج ہے اور اللہ عزوجل زیادہ عالم ہے، اور لیکن بعض کا قول کے اہل سنت کے دو فرقے ہیں پس یہ چیز ڈرانے والی نہیں ہے بیشک اہل سنت ہی صحیح کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ اور اقوال صحابہؓ کو مضبوط پکڑتے ہیں اور جو اس کے مخالف ہیں اس کی طرف التفات نہیں ہے اگرچہ اس کی قدرت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کےلئے چند مفاہیم کے علاوہ کچھ نہیں ہے انہوں نے انہیں سمجھا ہے وہ نص صریح کے مقابلہ میں دلیل نہیں ہے جو قرآن وحدیث میں ہے کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہر ارادہ والے کا میں ہے پس ہر وہ انسان جو گمان کرتا ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے اس پر واجب ہے عمل کرنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے صحیح ہو اور عمل کرنا اس پر جسے اللہ تعالی واجب کرے اور بیشک اللہ تعالی جو چاہے کرتا ہے کیونکہ وہ مطلق طور پر تمام امور کا مالک ہے اس کی عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور اس کی منع کردہ کو کوئی دے نہیں سکتا اور کسی کے بندےلئے اس پر کوشئ واجب نہیں ہے بلکہ وہی کام کرنیوالا، مختار کل، اور جو ارادہ کرے اس پر کام کرنیوالا اور جو اس کے خلاف کہتا ہے اس کی طرف کوئی التفاف نہیں ہے اور نہ ہی

شئ یجب علیہ لاحد من عبادہ بل ہوالفاعل المختار الفعال لمایرید وعدم الالتفات الی من یقول بخلاف ذلک ولاالی من یقول بقاعدۃ الحسن والقبح العقلیین فانہا کما تقدم قاعدۃ باطلۃ لادلیل علیہا من الکتاب والسنۃ وقد غرق فی بحرہا من قال بہا وارتضاہا فانہا لیست من دلائل الشرع بل الدلیل ماوردبہ السمع من الکتاب والسنۃ فایاک ایہا الاخ الصادق والخوض فی ہذہ لامسالۃ علیک بکف لسانک وقلبک فیہا فانہا لیست من المسائل الضروریۃ التی علیہا المعول وعلیک بالتمسک لظاہر الکتاب والسنۃ من الدلالۃ علی ان المشیۃ للہ عزوجل فی جمیع مایرید لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ مایشاء دعواکل قول بعد قول الہنا۔ فما امن فی دینہ بخاطر واسال اللہ ان یوفقنا لمایحبہ ویرضاہ وان یسلک بالجمیع طریق النجاۃ والحمدللہ رب العالمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہ صحبہ اجمعین۔ والتابعین لھم باحسان الی یوم الدین امین۔

اس کی طرف التفات ہے جو عقلی حسن وقبح کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ جیسے مذکورہ باطل ہے کتاب وسنت سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس نے اس قاعدہ کا اعتقاد رکھا وہ

اس کے سمندر میں غرق ہوگیا اور جس نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ دلائل شرعیہ سے نہیں ہے بلکہ دلیل وہی ہے جو کتاب وسنت سے سنی گئی ہو پس اے سچے بھائی اس سے بچتے رہنا اور اس میں داخل ہونے سے بچنا اور زبان وقلم کو اس میں کلام کرنے اور لکھنے سے پکڑے رکھنا کیونکہ یہ کوئی مسائل ضروریہ سے نہیں ہے جن پر اعتبار ہوسکے اور ظاہر کتاب وسنت جس پر دلالت کرتے ہیں اسے لازم پکڑو، کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہر اس کام میں ہے جس کا ارادہ کرے اس کے کام سے سوال نہ ہوگا اور جو چاہے کرے

شعر : ا۔ ہمارے معبود کے قول کے سوا ہر قول کو چھوڑ دو پس اللہ کے دین میں خطرے کی جگہ میں رہ کر کوئی ایمان نہیں لایا اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی محبوب وپسندیدہ توفیق دے اور تمام کو طریق النجاۃ پر چلائے اور سب تعریفیں پروردگار جہان کےلئے ہیں اور ہمیں کافی ہے اور بڑا اچھا کارساز ہے اللہ بڑے اور بلند کے بغیر طاقت نہیں ہے اور اللہ تعالی مخلوق سے بہتر خاتم الانبیاء والمرسل محمد ﷺ ان کے تما صحابہؓ وال اور احسان کے ساتھ قیامت تک ان کے تابعداروں پر رحمت کرے اللہ قبول کر

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاوی علمائے حدیث

جلد10 ص146-193

محدث فتویٰ